Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشوایانِ مذاہب نمبر

ماہنامہ اردو

(قادیان)

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مدیر

علی محمد اجمیری

بابت ماہِ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ماہِ دسمبر ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ عدد ۱۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرونِ ہند ساڑھے تین روپے ہے۔

طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے، اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

اداریہ	ص۲	از مرتّب
مہاتما بدھ	ص۸	از جناب مولانا محمد دین صاحب سابق مبلغ امریکہ
کنفیوشس	ص۲۰	از ابنِ عمرؓ بی۔اے۔ مولوی فاضل
حضرت موسیٰ علیہ السلام	ص۳۸	از جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب گورنمنٹ کالج لاہور
زیتون کی پہاڑی سے عرفات کے میدان تک	ص۵۵	از جناب "سالم عربی" ایم۔اے۔
اتحاد نسلِ انسانی	ص۷۴	از جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب
حضرت کرشن علیہ السلام	ص۷۸	از سعید ہندی
حضرت بابا نانکؒ	ص	از جناب گیانی واحد حسین صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی اِس رنگ کی کہ سوائے دور از قیاس باتوں کے کسی معقول چیز کا ذکر نہیں ملتا، اس لئے یہ امر مشکل ہوجاتا ہے، کہ انسان ان کی عملی زندگی سے کوئی سبق یا نتائج اخذ کرسکے۔ بہر حال یہ مشکل دنیا کے بہت سے رُوحانی معلمین کے متعلق پیش آتی ہے، سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے، جن کی زندگی کا ہر پہلو نمایاں ہے، اور اس کو ہر لحاظ سے پرکھا جاسکتا ہے، اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا حصہ نہیں، جس کے متعلق آپؐ کی زندگی سے سبق نہ ملتا ہو۔

یورپین مورخین کو بھی یہ دِقت لاحق ہوئی ہے، لیکن چونکہ ان کے اپنے ہاں یہی حال ہے، اس لئے انہوں نے اتنا ہی لکھنے پر کفایت کی ہے، کہ انہیں حضرت بدھ کی زندگی کے عملی پہلو کے متعلق زیادہ علم حاصل نہیں ہوسکتا، یہ کہکر انہوں نے سرے سے ہی اس کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی تعلیم پر زیادہ زور دیا ہے، اور کتابوں کی کتابیں اس کے فلسفی نکات اور بحثوں کی تشریح میں سیاہ کر ڈالی ہیں، اور یا پھر بدھوں کی اس قسم کی کتابوں کے تراجم شائع کر دیئے، جن میں صرف تعلیمی پہلو اور باریک فلسفی بحثوں کو مدنظر رکھا گیا ہے، اور عملی زندگی سے بالکل بے اعتنائی برتی گئی ہے، اس لئے ہمارے لئے مشکل ہے، کہ حضرت بُدھ کی زندگی کے متعلق کوئی نئی بات لکھ سکیں، ماسوائے اس کے جو عام طور پر مشہور ہے، مگر پیشتر اس کے کہ ہم مختصر طور پر ان امور کا ذکر کریں، ایک دو ایسی باتیں بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جن سے انسان کسی نتیجے تک آسانی سے پہونچ سکتا ہے۔

اول تو یہ بات ہے، کہ حضرت بُدھ کو گذرے ہوئے قریبًا اڑھائی ہزار سال ہوگئے ہیں، اور ان کی تعلیم میں یہ بات واضح طور پر نمایاں ہے، کہ وہ اپنے آپ کو ایک رہبر کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ اور اپنا ایک خاص مشن و مقصد لیکر دنیا کے سامنے پیش ہوتے ہیں، اور نہ صرف یہ کہ محض دعوے ہی کرتے ہیں، بلکہ تحدی سے یہ کہتے ہیں، کہ وہ اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشن میں کامیاب ہونے والے ہیں، چنانچہ وہ اپنا نام بطور سدھارت کے پیش کرتے ہیں، جس کے معنے ہیں" جس نے اپنا مقصد پا لیا" ان کے مرید بھی ان کو اسی نام سے ہمیشہ سے یاد کرتے آئے ہیں، اور گو ان کا اصل نام جو ان کے والدین نے رکھا تھا "گوتم" تھا، مگر وہ اس نام کو قریبًا قریبًا ترک کر دیتے ہیں، اور زیادہ تر اپنے آپ کو شاہزادہ سدھارت کے نام سے پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ نام نہ تو ان کی گوت کا ہے، اور نہ ان کے والدین کا رکھا ہوا۔ اور بدھ کا لقب جس سے اب وہ عام طور پر مشہور ہیں، اسے گو کبھی کبھی وہ اپنے متعلق اپنی زندگی میں استعمال کرتے رہے ہیں، لیکن اس کا عام رواج دو تین صدیاں آپ کی وفات کے بعد ہوا، مگر وہ زیادہ تر اپنے آپ کو شاہزادہ سدھارت یا محض سدھارت کے نام سے ہی پیش کرتے ہیں جس کے یہ معنے ہیں، کہ انہوں نے اپنا گوہر مقصود پالیا، اور وہ فائز المرام ہو گئے۔

صاف ظاہر ہے، کہ ایک شخص دنیا میں ایک مقصد لیکر اُٹھتا ہے، اور وہ مقصد بھی اصلاح نفس و اصلاحِ خلق ہے، کوئی دنیاوی یا نفسانی مقصد نہیں، اور وہ تمام عمر اس غرض کے پورا کرنے میں صرف کر دیتا ہے، پھر اس کا دعویٰ ہے، کہ وہ اس خاص غرض کے لئے مبعوث کیا گیا ہے، اور وہ یہ بھی کہتا ہے، کہ وہ کامیاب ہو کر جائیگا، اور واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہوں، اب ایسے شخص کو اگر ہم رشی یا برگزیدۂ خدا نہ مانیں، تو اور کیا قرار دیں؟

۲۵ سو سال گذرتے ہیں، کہ ایک مدعی کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی ہی چلی گئی ہو، اس کے نام اور انفاس طیبہ کی برکت سے ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں کی زندگیاں سنور گئی ہوں، اس کے نام کا یہ اثر ہو، کہ اس پر ہزاروں آدمی ہر زمانے میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے طیار ہوں، اس کے نام اور تعلیم میں یہ برکت ہو، کہ وہ انسان کی زندگی کی کایا پلٹ دینے والی ہو، اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے نام و کام و تعلیم میں یہ اثر ہو، کہ ایک حصّہ دنیا کا اپنے آپ کو اس کے ساتھ منسوب کرنے میں اپنی نجات سمجھے، ان سب حالات کے پیش نظر ہم مجبور ہیں، کہ اس کو وہی درجہ و رتبہ دیں، جو ہم دنیا کے دیگر سچے ہادیوں کے لئے تجویز کرتے ہیں، کیونکہ اس کا مشن، غرضِ بعثت اور کام خدا کے برگزیدوں کا سا ہے، خواہ ہمیں ان کی زندگی کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں، اور خواہ ان کی طرف منسوب شدہ تعلیم میں ہمیں بعض ایسی باتیں بھی نظر آئیں، جو بظاہر عام نبیوں کے حالات سے مختلف ہوں، ہم ان سب امور کو حوالہ بخدا کر کے اصل اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہیں، کہ حضرت بدھ بھی ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے، جو اپنے وقت میں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے،

بے شک ان کے متعلق کہا جاتا ہے، کہ ان کی تعلیم میں اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کا کوئی ذکر نہیں، بے شک ان کے متعلق بعض ان کے اپنے ماننے والوں کا بھی خیال ہے، کہ وہ روح کے قائل نہ تھے، مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ دیگر پاک اور روحانی مصلحین کی طرح ان کے خلاف بھی سخت پروپیگنڈا ہوا ہے، اور یہ مخالفت ان کی زندگی میں ہی شروع ہوگئی تھی، جس نے آخر اس قدر خطرناک صورت اختیار کر لی، کہ ایک رنگ میں بدھ مت اپنی زادِ بوم سے بالکل مفقود ہو گیا، اور اب اس مت کے ماننے والوں کی تعداد غیر ممالک ہی میں پائی جاتی ہے دور کیوں جائیں، ہم اپنے زمانے ہی کے پروپیگنڈا کو دیکھ لیتے ہیں، کس طرح اچھے بھلے خدا کے ماننے والے گروہوں کو ان کے مخالف ناستک اور دہریہ قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں، اور بہت سے ناواقف لوگ ان کی باتوں سے دھوکا بھی کھا جاتے ہیں، یہی حال حضرت بُدھ کے ساتھ ہوا، برہمن جیسے چالاک و ذہین دشمن سے آپ کو واسطہ پڑا، ظاہر ہے کہ اس نے جوشِ مخالفت میں انتہائی زور لگایا، اور آپ کو بدنام کیا، پھر بدھ کی صاف اور سیدھی تعلیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلسفیوں منطقیوں فقیہوں اور فریسیوں کے ہاتھوں چڑھکر کچھ کا کچھ بن گئی۔ اس وقت یہ پتہ لگانا مشکل ہے، کہ حضرت بدھ کی اصل تعلیم کیا تھی؟ کیونکہ جو پہلی کتابیں آپ کی تعلیم پر مشتمل سمجھکر لکھی گئیں، وہ آپ کی وفات کے بہت بعد کونسلیں اور مشورے کر کے لکھی گئیں، اور ان کی آخری ترتیب اڑھائی صد سال بعد وفات حضرت بدھ راجہ اشوک کے زمانے میں طے وقرار پائی۔ اتنے عرصہ بعد کی ترتیب میں معلوم نہیں کیا کیا لکھا لکھایا گیا، اور کیا کیا کتر بیونت کی گئی، آپ کی تعلیم کے ساتھ بعینہ وہی سلوک روا رکھا گیا، جو حضرت مسیحؑ کی تعلیم کے ساتھ ان کے ماننے والوں نے روا رکھا تھا۔ ؎

جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے خدا جانے کیا کیا بناتے رہے

جس زمانے میں حضرت بدھ پیدا ہوئے، وہ ایک طوائف الملوکی کا زمانہ تھا، جگہ بجگہ اور گاؤں بگاؤں راجے مہاراجے ہوتے تھے، خاص کر کے جس علاقہ میں حضرت بدھ پیدا ہوئے تھے وہ ایک قبائلی علاقہ تھا، ایک قبیلے کی دوسرے قبیلوں سے لڑائی بھڑائی ہی رہتی تھی، حضرت بدھ کا والد بھی اصل میں ایک زمیندار تھا، مگر اس زمانے میں اس کو راجہ ہی کہتے تھے، یہ جو مشہور ہے، کہ آپ شاہی نسل سے تھے، یہ بعد کی ایجاد ہے، اصل یہ ہے کہ جس طرح شملہ کے علاقہ میں ڈپٹی کمشنر شملہ کے ماتحت بیسیوں راجے ہیں اسی طرح کا راجہ حضرت بدھ کا والد تھا، بہرحال آپ معزز لوگوں میں سے تھے، تاریخی حقیقت صرف اسی قدر ہے۔

طوائف الملوکی کے زمانے میں جو معاشرتی و اخلاقی حالت ملک کی ہوا کرتی ہے، وہ اس علاقہ کی بھی تھی، ساتھ ہی ہندو مذہب کا دور دورہ تھا، مگر ویدوں کا ہندو مت نہیں، بلکہ اس کی ایک بگڑی ہوئی شکل جو اصل ویدک تعلیم سے بہت دور جاچکا تھا، مذہب نے اصلی صورت چھوڑ دی تھی، اور اس کی جگہ منطقی فارمولوں نے لے لی تھی، اور مذہب کی غرض و غایت فلسفیانہ بحث و مباحثہ تک محدود ہو چکی تھی، دہریت بھی ویدک آڑ لے رہی تھی، اگرچہ کھلے کھلے دہریئے بھی موجود تھے، جس طرح پرانے یونان میں جگہ جگہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلسفی اپنے اپنے مذہب کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے، یہاں بھی ہزاروں اس قسم کے لوگ پیدا ہو چکے تھے، ہر ایک ان میں سے ایک نئی سکیم نجات کی پیش کرتا تھا، رہبانیت بہت زیادہ تھی، سادھو لوگ، جن کے کھانے اور رہائش کا انتظام مفت ہوجاتا تھا، ان میں سے جس نے کچھ پڑھ لیا وہ ایک نیا مت چلانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا، اور وہ بھکشو بن کو نکل جاتا، روٹی مانگ کر کھا لیتا، اور باقی وقت انہی بحث مباحثوں میں لگا دیتا یہی طرز زندگی ہو چکی تھی، چنانچہ بدھ کتب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہزاروں آدمی اس قسم کے نئے نجات کے طریقے لیکر نکل کھڑے ہوئے تھے جس طرح فلسطین وغیرہ کے علاقوں میں کئی ایک دعویدار حضرت مسیحؑ کے وقت میں بھی موجود تھے چنانچہ یہ امر انجیل کے پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے، یہ لوگ نہ صرف بنی اسرائیل کے نجات کے دعویدار تھے بلکہ حضرت مسیحؑ کے حواریوں کے بالمقابل وہ معجزات بھی دکھلاتے تھے۔

اصل ویدک مت جو خواہ وحدانیت کا مذہب ہو یا نیچر کی پرستش، وہ لوگوں میں موجود نہ تھا، اس کی جگہ توہم عناصر و اصنام پرستی، رسم و رسومات، قربانیوں، چلہ کشی، برہمن پوجا اور برہمن بھوج ذات پات، مادہ و رُوح کی حقیقت، تناسخ و آواگون اور ستارہ پرستی وغیرہ گندے عقائد نے لے لی تھی، خود غرضی جو خود حفاظتی سے پیدا ہوتی ہے، حد سے بڑھی ہوئی تھی، زیادہ تر زور انہیں چیزوں پر دیا جاتا تھا، اور عملی حالت بہت گر چکی تھی۔

ان حالات میں حضرت بدھ نے جنم لیا، کہتے ہیں، کہ ان کے والد کی کم از کم دو بیویاں تھیں، اور دونوں سگی بہنیں تھیں، ۴۵ برس کی عمر میں ان کی والدہ حاملہ ہوئی، اور آخری ایام میں وہ اپنے والدین کے گھر زچگی کے ایام بسر کرنے کے لئے جا رہی تھی، کہ راستہ میں ایک باغ میں جہاں وہ سفر کے دوران میں قیام پذیر تھی، حضرت بُدھ پیدا ہوئے، پھر لکھا ہے، کہ اس وقت فرشتوں کا آسمان و زمین کے درمیان تانتا بندھا ہوا تھا، اور تمام فضا خوشی کے گیت گا رہی تھی، اس دنیا کی کوئی چیز نہ تھی، جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس وقت مسرت کا ترانہ گا نہ رہی ہو، عجیب بات ہے، کہ اس قسم کی پیدائش حضرت مسیحؑ کی بھی بتلائی جاتی ہے، وہاں بھی سفر میں بچہ پیدا ہوتا ہے، اور فرشتے اترتے ہیں۔ بہرحال بُدھ کی پیدائش پر بہت خوشی منائی جاتی ہے، پھر آپ جب تیرہ چودہ سال کے ہوتے ہیں، تو قریب ہی کے علاقہ کی دوسرے قبیلے کی ایک لڑکی سے ان کی شادی رچائی جاتی ہے، اس قبیلہ سے حضرت بُدھ کے قبیلہ ساکیا کی اکثر لڑائی بھی رہتی تھی، تاہم اس قسم کے رشتے بھی ہوجاتے ہیں، چونکہ حضرت بدھ ساکیا قوم میں پیدا ہوئے، اور اپنی نیکی کی وجہ سے مُنی کہلائے، اسی لئے ان کا نام ساکیا منی بھی پڑ گیا۔ اصل نام گوتم تھا جو والدین نے رکھا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ شادی کے بعد آپ حد سے زیادہ تاہلی زندگی میں پڑ گئے، جس پر ان کے رشتہ داروں نے ان کے والد سے شکایت کی، اور کہا کہ آپ کے بعد ہمارے قبیلے کا سردار سرداری کے فرائض سے بالکل عاری دکھائی دیتا ہے، جس پر حضرت بُدھ نے برسرِعام ایسے ایسے فنون سپہ گری دکھلائے، کہ وہ لوگ حیران رہ گئے۔ اس کے بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اس کا نام رحولہ رکھا جاتا ہے، اس بچے کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد ایک رات آپ اپنے ایک نوکر کو ساتھ لیکر گھر سے رخصت ہوجاتے ہیں، اس واقعہ کے متعلق بھی بہت افسانہ نگاری و تخیل سے کام لیا گیا ہے، حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے، کہ ایک رؤیا کی بناء پر جو آپ کو چار دفعہ ہوئی آپ کچھ عرصہ کے لئے اپنے بیوی بچے کو چھوڑ کر نکل جاتے ہیں، اسلامی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ مشکل ضرور محسوس کرتے ہیں، کہ ایک خدا رسیدہ شخص سے ایسی حرکت کیسے سرزد ہوسکتی ہے، کہ وہ اپنے بیوی بچے کو چھوڑ کر نکل جائے، مگر رؤیا کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو اپنے اکلوتے بیٹے اور اس کی والدہ کو اکیلے چھوڑ کر ایک قسم کی قربانی کر گئے تھے، اور یہاں تو حضرت بدھ کا والد وغیرہ نگران و پرسانِ حال موجود تھے۔ بہرحال آپ جنگل میں چلے جاتے ہیں، جہاں القاءِ الٰہی کے ماتحت پہلے پہل یکے بعد دیگرے دو برہمنوں کی شاگردی و بیعت میں شامل ہوجاتے ہیں، لیکن جب ان کو معلوم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو جاتا ہے، کہ ان کے پاس لفظی علم کے سوا اور کوئی شئے نہیں، تو وہ ان سے الگ ہو کر علیحدہ جنگل میں پرانی ہندو شریعت و طریقت کے ماتحت ریاضت شاقہ و چلہ کشی شروع کر دیتے ہیں، اس زمانہ میں یہ عام خیال تھا کہ محض بھوکے رہنے اور چلہ کشی کرنے اور اسی قسم کی جسمانی ایذا رسان ریاضتوں سے انسان کے اندر رُوحانیت پیدا ہو جاتی ہے، جیسا کہ اب اس زمانہ میں بھی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے، حالانکہ اپنی ذات میں ان چیزوں سے اگر کچھ حاصل ہو سکتا ہے، تو وہ استدراج ہے، جس کا اصل رُوحانیت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن چونکہ اس زمانے میں لوگ بکثرت اس قسم کے مشاغل میں اعتقاد رکھتے تھے، اس وجہ سے آپ کے کئی ایک مرید بھی ہو گئے تھے، اور جوں جوں آپ کا جسم کمزور اور نحیف ہوتا جاتا، ان مریدوں کا اعتقاد بڑھتا جاتا، یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا، کہ آپ کے یہ پہلے مرید برہمن تھے، حالانکہ حضرت بدھ کشتری تھے، اور راجپوت نسل کے لوگ ابھی تک اس گوت کے موجود ہیں، جو گوتم کہلاتے ہیں۔

ان ریاضتوں اور چلہ کشیوں کے دنوں میں شیطان آپ کے ساتھ اسی طرح لگا ہوا تھا، جس طرح حضرت مسیحؑ کے ساتھ ان کے چالیس روزوں کے ایام میں لگا رہا تھا، اور جس طرح وہاں حضرت مسیحؑ کو اس نے راہِ راست سے ورغلانے کی کوشش کی تھی، یہاں بھی حضرت بدھ کو ورغلانے کی کوشش کی، بہر حال حضرت بدھ اس قدر کمزور ہو گئے، کہ آپ پر غشی کے دَورے آنے شروع ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے، کہ حضرت بدھ اس تجربہ کے بعد ان ریاضتوں سے اس قدر متنفر ہو گئے، کہ آپ نے کہا، ان کو رُوحانیت سے کوئی تعلق نہیں، چنانچہ آپ نے یہ سب کچھ ترک کر دیا، اور باقاعدہ کھانا پینا اور سونا شروع کر دیا، اس پر وہ برہمن جو آپ کے مرید ہوئے تھے آپ کو یہ خیال کر کے چھوڑ گئے، کہ ان کی استقامت میں فرق آ گیا ہے، آپ بھی وہاں سے چلے گئے، اور راج گڑھ کے قریب جہاں اور بھی کئی لوگ غاروں وغیرہ میں رہتے تھے، اقامت اختیار کر لی، شاید ان برہمن مریدوں کو یہ غلط فہمی ہوئی، کہ آپ ہمیشہ کے لئے اس چلہ کشی میں مصروف رہیں گے۔ مگر معلوم ہوتا ہے، آپ نے اول ایمادا الہی کے ماتحت روزے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وغیرہ رکھے ہونگے، اور پھر ان سے کہا ہوگا، کہ محض روزے اور چلہ کشی اور ریاضاتِ شاقہ کوئی چیز نہیں، ہاں القاء و الہام الٰہی کے ماتحت سنّتِ انبیاء کے مطابق یہ بھی ایک وقت کے لئے ضروری ہیں چنانچہ جب وقت پورا ہوگیا، اور وہ وقت آگیا، جبکہ آپ پر کامل انکشاف ہونے لگا، تو آپ سنّتِ انبیاء کے مطابق غاروں اور بیابانوں میں چلے آئے، اور گیان دھیان میں لگ گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمت پوری کرنے کی غرض سے آپ کو اپنے زمانے کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا، اور اصلاح خلق کا مشن آپ کے سپرد کیا، چنانچہ جس رات گیا میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے آپ پر تجلی الٰہی وارد ہوئی، تو آپ اپنے مشن کو سرانجام دینے کے لئے روانہ ہو پڑے،

پہلے آپ کو خیال آیا، کہ اپنے دو برہمن استادوں کو اس نعمت سے مستفید کریں، مگر جب معلوم ہوا کہ وہ وفات پا چکے ہیں، تو آپ نے بنارس کا رُخ کیا، راستہ میں ایک واقف مل گیا، اور آپ کے چہرہ پر نور دیکھکر متحیر سا ہوگیا، اور پوچھا، کہ آپ کے چہرہ پر جو نور برس رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا، کہ مجھے دنیاوی خواہشات، جہالت، گناہ اور نفسانی جذبات پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے، پھر اس نے دریافت کیا، کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، کہ مجھے نور و عرفان حاصل ہوگیا ہے، اور مَیں بنارس جارہا ہوں، تا ان لوگوں کو جو جہالت اور گناہ کی تاریکی میں مبتلا ہیں، اس نور سے منور کروں، اور انسان کے لئے دائمی و ابدی زندگی کے دروازے کھول دُوں، اس نے اسے ایک مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ دی، اور یہ کہکر کہ آپ کا راستہ وہ ہے اور میرا یہ، جُدا ہوگیا، وہ چلا گیا، تو آپ بنارس کی طرف روانہ ہوگئے، عجیب بات ہے، کہ وہی پانچ برہمن مرید جو آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے، بنارس شہر کے باہر چند میل کے فاصلہ پر آپ کو ملے، جہاں وہ اپنے خیال کے مطابق عبادت و ریاضت میں مصروف تھے، حضرت بُدھ کو دیکھکر اور اسی پُرانی غلط فہمی کی بناء پر کہ ان کی استقامت میں فرق آگیا ہے، انہوں نے مشورہ کیا، کہ حضرت بدھ کو جتلا دیا جائے، کہ وہ ان کی نظروں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں گر چکے ہیں، اس لئے بجائے کسی ادب کے لفظ کے ان کو ان کا نام لیکر بُلایا، مگر یہ جانتے ہوئے کہ آخر وہ خاندانی آدمی ہیں، ان کو بیٹھنے کے لئے مونڈھا (موڑھا۔ پنجابی) دیا، صرف ایک ان میں سے اس سازش سے الگ رہا، حضرت بدھ اپنی فراست سے ان کی حالت کو سمجھ گئے، آپ نے فرمایا، کہ مجھے کسی معزز خطاب کرنے کی ضرورت نہیں، مَیں تو آپ جیسا بشر ہوں، صرف فرق اتنا ہے، کہ مجھے نجات کی راہ مل گئی ہے، لیکن آپ لوگ ابھی تک اسی پرانے دُکھ اور ناامیدی کے راستہ پر ہیں، انہوں نے کہا، کہ جو شخص ایک چھوٹے سے معاملہ میں استقامت نہیں دکھلا سکا، اور جسمانی خواہشات اس پر غلبہ پا گئی ہیں، وہ کس طرح دعوےٰ کر سکتا ہے، کہ اس نے اپنی روح پر غلبہ پا لیا ہے، اور اس کا نفس ہمیشہ کے لئے رام ہوگیا ہے، اس پر حضرت بُدھ نے ان کو تقویٰ کی وہ تمام راہیں تبلائیں، جو فیضانِ الٰہی سے ان پر نازل ہوئی تھیں، پھر آپ نے فرمایا، کہ میری راہ ایک وسطی راہ ہے، جو افراط اور تفریط سے بچاتی ہے، (یہ وسطی راہ جو افراط تفریط سے بچاتی ہے، ہم کسی اور موقعہ پر بیان کرینگے، انشاء اللہ) روایت کہتی ہے، کہ پہلے وہ برہمن جو بیت معمر تھا، اور اس سازش میں شریک نہ تھا، ایمان لایا، پھر اس کے بعد باقی برہمن بھی کچھ عرصہ بحث مباحثہ اور تبادلہ خیالات کرکے ایمان لے آئے۔

حضرت بدھ نے چھ سال کا عرصہ اس طرح صرف کیا، اس کے بعد ۴۵ سال تک آپ باقاعدہ اپنے مشن کا وعظ کرتے رہے، ہر برسات کے ایام میں وہ ایک جگہ قیام کرکے اپنے مشن کی تبلیغ کرتے، اور گردونواح میں دورے کرتے، آپ کے مخالف بھی اور موافق بھی سب عام طور پر آپ کی عزت کرتے، چنانچہ مگدھ کا بادشاہ اور اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا بڑی عزت سے پیش آتے تھے، آپ کے مریدوں میں مرد و عورت، برہمن غیر برہمن، شودر غیر شودر سب شامل ہوتے تھے، آپ نے ذات پات کا امتیاز مٹا دیا، اور کہا، کہ نجات کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ دوزخ، بہشت، جزا، سزا، فرشتوں اور جنات وشیاطین کے قائل تھے، آپ حیات جاودانی کے بھی قائل تھے، اور یہ جو کہا جاتا ہے، کہ آپ خدا اور رُوح کی ہستی کے منکر تھے، یہ آپ پر آپ کے مخالفین کی زیادتی ہے، انشاء اللہ کسی دوسرے موقعہ پر اس حصہ پر بحث کی جائیگی۔

۴۵ سال کی ان تھک تبلیغ کے بعد آپ نے وفات پائی، آپ ہر ایک قسم کی چیز کھا لیتے تھے، یہاں تک کہ گوشت بھی، چنانچہ آپ کی وفات بھی گوشت کھانے کی وجہ سے ہوئی، آپ ہر ایک قسم کے آدمی کے ہاں کھانا کھا لیتے، چنڈالوں اور شودروں وغیرہ سے بھی پرہیز نہ تھا، بلکہ حضرت مسیحؑ کی طرح بُرے کسب کی عورتوں کے ہاں بھی کھانا کھا لیتے، اور قطعاً کسی انسان سے بطور انسان کے ان کو پرہیز نہ تھا، اور یہی امر بہت حد تک ان کی ترقی اور کامیابی کا باعث بھی بنا، آپ نے برہمنوں کے عروج کو توڑا، اور جو لوگ دوزخ وجنت کے ٹھیکہ دار بنے ہوئے تھے، ان کے طلسم کو پاش پاش کیا، آپ نے فرمایا، تمام انسان یکساں ہیں، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں، سوائے اس کے کہ وہ نیکی اور تقوے میں بڑھا ہوا ہو، وہ ان لوگوں سے زیادہ خلا ملا رکھتے تھے، جن کو عام لوگ چنڈال، غیر شریف اور کسب حرام کرنے والے کہتے ہیں، ان کے نزدیک گناہ اور کمزوری کا احساس رکھنے والا گناہگار چنڈال، مغرور و کبر سے بھرے ہوئے خدائی کے دعویدار برہمن سے بہتر تھا، یہی وجہ ہے کہ یہ مظلوم طبقے جوق در جوق ان کے ساتھ آملے، اور کئی صدیوں تک برہمنوں کو ان غلاموں کے آگے جھکنا پڑا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اداریہ:۔

اسلام کے ظہور سے قبل دنیا میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی، قرآن کریم فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ یعنی خشکی اور تری میں ہر جگہ فساد رونما ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اِس فساد کو دُور کرکے باہم دست و گریبان قوموں میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہوئی تھی ـــ ایسی یکجہتی اور اتحاد جس کی بنیادیں نہایت محکم اور عالمگیر اصولوں پر قائم ہوں چنانچہ آپ نے بنی نوع انسان کو بار بار ایسے امور کی طرف توجہ دلائی، جن میں ان کا باہمی اشتراک ہے۔

سب سے پہلے آپ نے یہ نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا، کہ تمام جہان کا رب ایک ہے اوہی سب کا سرچشمۂ حیات ہے، اور اسی کی عبادت ہم سب کو کرنی چاہیئے، نوع انسانی اس کا کُنبہ ہے، اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ۔

پھر دوسرا نظریہ یہ پیش کیا، کہ سب انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، اور قومی و نسلی امتیاز سب باطل ہیں، فرمایا يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى۔ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

اور تیسرا نظریہ یہ بیان کیا، کہ سب جہان کی روحانی ہدایت و رہنمائی کا انتظام بھی ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ نے مختلف قوموں اور ملکوں میں ہادی و رہنما بھیجے، جو ایک ہی سلسلہ اور مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے اپنے وقت پر آتے رہے، فرمایا:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (نحل ۵) ضرور ہم نے ہر ایک اُمت میں رسُول بھیجا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کنفیوشس

(از ابن عمر بی۔اے۔ مولوی فاضل)

دنیا کے برگزیدہ ہادیانِ مذاہب میں کنفیوشس کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، اور اس لائق ہے، کہ اس کی زندگی اور تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے، اس چینی حکیم، مدبّر، فلاسفر اور مصلح نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اپنے ابناءِ وطن کی ملکی، اخلاقی اور رُوحانی حالت کے سدھارنے میں صرف کیا، اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کیں، انتہائی تکلیفیں سہیں، اور جان کو مہلک خطرات میں بے دھڑک ڈال دیا، اور کبھی اپنا قدم پیچھے نہ ہٹایا، بلکہ ہمیشہ یہ یقین رکھا، کہ وہ آسمان سے ایک خاص مقصد کے لئے مامور ہے، اور جب تک اس کی تکمیل نہیں ہو جاتی، اس کو ضرر پہنچانے کی ساری کوششیں رائیگاں جائیں گی[1]۔ ایک موقعہ پر جب اس کے بعض شاگردوں نے اس کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر اظہار رنج و دکھ کیا، تو اس نے کہا "دلگیر مت ہو، کہ خدا تمہارے مطاع سے انسانوں کو اپنی فرمانبرداری کی دعوت دینے کے لئے ایک جرس کا کام لے رہا ہے" اور اس طرح صبر یقین اور استقلال کے ساتھ اپنے بلند و برتر مقصد کے لئے ہمت و کوشش کرتا رہا، بلاشبہ دنیا میں بہت لوگوں نے اپنے ہمجنسوں کی بھلائی اور بہبودی کے لئے اس قدر کم کامیابی کی امید کے باوجود اتنے استقلال اور بے لوثی سے اتنی محنت کی ہوگی، اور یہ اسی محنت اور جدوجہد کا نتیجہ ہے، کہ بدرجۂ کار مشکلات کا خاتمہ ہو گیا، مصیبتوں کے بادل چھٹ گئے، اور اس نے اپنی قوم کو ذہنی، اخلاقی، رُوحانی اور مادی بلندی کی ایک معین سطح تک پہنچا دیا

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا زیر عنوان کنفیوشس۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نہ صرف قومی مجالس قانون ساز کے نظم ونسق کی بنیاد ہی کنفیوشس کے اصولوں پر رکھی گئی، بلکہ اہل چین کے نجی اور خانگی زندگی کے اہم ترین اعمال کی بھی اس کے تعلیم کردہ قوانین کے مطابق تشکیل ہوئی، اور چینی فلسفہ سے کنفیوشس کا فلسفہ، اور چینی اخلاقیات سے وہ اصولِ اخلاق مراد لئے جانے لگے، جو کنفیوشس کے فلسفہ اخلاق میں بیان ہوئے ہیں، اور اس طرح بساطِ چین پر کنفیوشس کی کامرانی اور کامگاری مکمل ہوگئی۔ بلکہ اب بھی جبکہ اس کی وفات پر قریباً اڑھائی ہزار برس گذر چکے ہیں، اس برگزیدہ کی عزت وتوقیر ربع مسکون کی تہائی آبادی کے دلوں میں قائم ہے، اور ہمہ گیر اثر کے نقطہ نگاہ سے یہ وہ عظمت ہے، جو اسے بدھ اور مسیح ناصری کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے، اور یہ صف ایسی ہے، کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان تین کے سوا غالباً اور کسی کی اس میں گنجائش نہیں۔

مشہور چینی مؤرخ سیماژن (Sze - matsin) کی تحقیق کے مطابق ۵۵۰ سنہ قبل مسیح میں کنفیوشس پیدا ہوئے، لیکن کنگ یانگ (Kung yang) اور کوہ لیانگ (Kuh-Liang) کے نزدیک ۵۵۱ سنہ قبل مسیح میں پیدائش ہوئی۔ سائیکلوپیڈیا آف انڈیا کا مضمون نگار ۵۵۲ سنہ ق.م بتاتا ہے، ایک اور مصنف نے غالباً محض اندازہ سے ۴۰۹ سنہ ق.م متعین کیا ہے[1]۔ لیکن قولِ راجح یہی ہے کہ کنفیوشس کی پیدائش بدھ کی پیدائش سے سات سال قبل یعنی ۵۵۱ء ق.م میں ہوئی۔ اور اسی قول کو انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس نے اختیار کیا ہے، مملکتِ لُو کے چوہلی نام شہر کو ان کے زادِ بوم ہونے کا فخر حاصل ہے، قدیم شہر اب موجود نہیں، اس کی جگہ اب شہر شنگ آباد ہے، جو موجودہ مملکت شانٹنگ میں شامل ہے۔

کنفیوشس کا خاندانی نام کُنگ تھا، جس کے معنے فلاسفر کے ہیں، اور فیوشے (Futsu

[1] السٹرٹیڈ ڈکشنری آف ریلیجن فلاسفی پالیٹکس اینڈ لا صث ۱۵۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہیں اس لئے کہتے تھے، کہ ان کی پیدائش کو وِنی کی فیوشے نامی خانقاہ میں ہوئی تھی، اس طرح ان کا پورا نام کُنگ فیوشے ہوگیا، اور کنفیوشس اس کی لاطینی شکل ہے، بچپن میں انہیں کیو بھی کہتے تھے، جس کے معنے ایک چھوٹی پہاڑی کے ہیں، ایک اور نام چُنگ نی بھی تھا، جس کے معنے ہیں، نِی کی دُوسری پہاڑی۔ "نی کی دوسری پہاڑی" انہیں اس لئے کہتے تھے، کہ پہلے سے "نی کی پہاڑی" ان کے ایک اخیافی بھائی کا نام تھا۔

کنفیوشس کا خاندان چین کا ایک معزز خاندان تھا، ان کے والد شو لیانگ ہے (Shuh Liang He) واں کی ایک خودمختار ریاست شُنگ کے بڑے معزز فوجی عہدیدار تھے۔ لیکن کنفیوشس کی پیدائش کے وقت اپنے عہدہ سے فارغ ہو چکے تھے، پہلی بیوی سے ان کے ہاں نَو لڑکیاں اور ایک معذور لڑکا تھا۔ ستر برس کی عمر میں انہوں نے دوسری شادی کی، جس سے کنفیوشس پیدا ہوئے۔

کنفیوشس کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، کوئی بات ایسی نہ ہونے دی جاتی تھی، جس سے ان کے دل پر بُرے اثرات پڑیں۔ اسی طرح انہیں کسی ایسے مقام پر نہ لے جایا جاتا تھا، جس کی آب و ہوا خراب ہو، یا جہاں کا نظارہ دلکش نہ ہو، اور اس امر کی پوری کوشش کی جاتی تھی، کہ انہیں بہتر سے بہتر ماحول میں رکھا جائے، کیونکہ وہ جانتے تھے، کہ جسم، اخلاق اور رُوح کی تربیت میں ماحول کا بہت دخل ہوتا ہے، اس طرح کنفیوشس کی تربیت قریبًا اسی انداز پر ہوئی، جس پر ان کے ہم عصر مصلح مہاتما بدھ کی ہوئی تھی۔

کنفیوشس کی زندگی کو پانچ دَوروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ دَورِ اوّل (۵۵۱ سے ۵۳۱ ق م) میں ان کا بچپن، عنفوانِ شباب، تعلیم، شادی، ضلع سُور (Tsou) کے سرکاری ذخیرۂ اناج کی منصرمی اور شاملاتِ اراضی کی نگرانی کا زمانہ شامل ہے۔ دَورِ دوئم (۵۳۰ سے ۵۰۱ ق م) میں جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیس سال تک ممتد ہے، انہوں نے اپنے تئیں کلیتہً وعظ و تلقین میں لگا دیا، اس زمانہ میں انہوں نے پرانے چینی گیتوں اور تاریخی دستاویزوں کو از سرِ نو مدوّن کیا۔ دورِ سوم (۵۰۰ سے ۴۹۶ ق م) میں وہ مرکزی حکومت کی ملازمت میں رہے، اور یکے بعد دیگرے مجسٹریٹ، وزیرِ عمال اور وزیرِ عدل کے عہدوں پر سرفراز ہوئے۔ دورِ چہارم (۴۹۵ سے ۴۸۳ ق م) عہدِ سیاحت و تلقین ہے، اور دورِ پنجم (۴۸۲ سے ۴۷۸ ق م) میں انہوں نے اپنے تئیں تالیف و تصنیف کے لئے وقف کر دیا، شروع میں کچھ وقت قدیم یادداشتوں کی تدوین میں صرف کئے، اور پھر زندگی کے آخری دنوں تک اپنی کتاب (Ch-un-tsiu) کی تالیف میں مصروف رہے۔

جب کنفیوشس تین سال کے تھے تو باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا بوجھ ان کی والدہ شُنگ لِٹ کے کندھوں پر پڑا۔ سات سال کی عمر تک تعلیم گھر پر ہوتی رہی، پھر انہیں سکول میں داخل کر دیا گیا، سکول کی تعلیم کا زمانہ دس سال تک ممتد ہے، سکول سے فارغ ہو کر انہیں سرکاری ذخیرۂ اناج کی منصرمی کا کام مل گیا۔ کنفیوشس کا مشہور مرید من سی اس (۵۳۱ تا ۴۲۸ ق م) کہتا ہے، کہ اپنی غربت اور ناداری کی وجہ سے یہ حقیر کام ان کو کرنا پڑا۔ یہ کنفیوشس ہی کی خوش کرداری کا نتیجہ تھا، کہ اس محکمہ کے زیر انتظام ایک زراعتی مدرسہ کا اجراء ہوا، اور آپ ہی کو اس کا منتظم بنایا گیا۔ یہ کام بھی انہوں نے اس خوبی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا، کہ انہیں انسپکٹر کے عہدہ تک ترقی دیدی گئی، لیکن اس زمانہ میں ان کی والدہ فوت ہو گئی، اور انہیں مجبوراً ان کاموں سے سبکدوش ہو کر قریباً تین سال تک خانگی معاملات کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے شُنگ خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کی۔

اب کنفیوشس کی عمر تیس سال کی ہو چکی تھی، اور وہ علوم ظاہری و باطنی سے کما حقہٗ آراستہ تھے، اور خانگی الجھنوں سے بھی انہیں اطمینان ہو چکا تھا، ان کی بیوی ان کے نیک ارادوں کی تکمیل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں ان کی ممد ثابت ہونے کی استعداد رکھنے کے ساتھ مستعد بھی تھی۔ اس لئے وہ راعی اور رعایا کی اصلاح و درستی کی طرف متوجہ ہوئے۔

چین کے لئے یہ وہ زمانہ تھا، جب رعایا سخت بدحال تھی، چاروں طرف بدامنی اور شرارت کے آثار نظر آ رہے تھے، لوگ حرص و طمع کے غلام بنے ہوئے ایک دوسرے کی تباہی میں مصروف ہونیکے علاوہ ہر لحاظ سے بےعمل ہو رہے تھے، ان میں ایک مغلوج کُن مذہبی تصور کارفرما تھا، حکومت کے اعتبار سے ملک باون ۵۲ ریاستوں میں بٹ چکا تھا، اور ان میں جاگیردارانہ نظام جاری تھا، یہ نظام حکومت اس نوعیت کا ہوتا ہے، کہ اگر مرکزی گرفت مملکت کے وفاقی اجزاء پر سخت نہ ہو، تو ملک طوائف الملوکی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہی حالت اس وقت چین کی تھی، چُو خاندان جس کی بنیاد ۱۱۲۲ سنہ ق۔م میں شاہجہان وُو نے ڈالی تھی، رُو بہ انحطاط تھا، مرکزی اقتدار ڈھیلا پڑ گیا تھا، اور اس میں ماتحت جاگیروں پر کنٹرول کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ من سی اس کہتا ہے "کنفیوشس قومی تاریخ کے ایک نہایت نازک دَور میں ظاہر ہوئے، ملک رُو بہ انحطاط تھا، اور درست نظریے مفقود ہو چکے تھے"۔ کنفیوشس نے یہ کوشش شروع کر دی، کہ ان کو کوئی نوّاب یا رئیس ایسا مل جائے جو انہیں اپنا مشیر بنا لے، اور اس طرح وہ وسیع پیمانہ پر ملک کی اصلاح و تجدید کا ایک مرکز بنانے میں کامیاب ہو سکیں۔ رئیسوں کی سرپرستی حاصل کرنے اور حکومت کے عہدے لینے کے لئے کنفیوشس کی بے انتہاد کوششوں کو دیکھتے ہوئے بعض مغربی مصنّفین نے ان پر جاہ طلبی کا الزام عاید کیا ہے، لیکن اس پاکباز پر یہ الزام درست نہیں، حقیقت یہ ہے، کہ کنفیوشس کو بخوبی علم تھا، کہ اَلنّاسُ علیٰ دینِ مُلُوکِہِم۔ اس لئے ان کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ جب تک عمّالِ حکومت کی حالت درست نہ ہوگی، تب تک عام باشندگانِ ملک کی حالت نہیں سُدھر سکتی، جب بڑے لوگ ہی انصاف کا خون کر رہے ہوں، تو ملک کے قانون شکن لوگوں کا خاتمہ کیونکر کیا جا سکتا ہے، اس لئے انہوں نے حکومت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے کاروبار میں گھس کر پہلے اس کی اصلاح کرنا چاہی، راعی کی درستی کے ساتھ رعایا کی اصلاح کا یہ طریق چینی فطرت کے عین مطابق تھا، کیونکہ جدھر ان کے بادشاہ ہوتے ہیں، چینی لوگ اُدھر ہی جھک جاتے ہیں، اور وہ بڑی سختی سے اس بات کے قائل ہیں، کہ بادشاہ کے خراب ہونے سے تمام ملک گمراہ، اور بادشاہ کے نیکوکار ہونے سے تمام ملک میں نیکی کا دَور دَورہ ہوجاتا ہے۔

کنفیوشس اپنی کتاب شُو کنگ میں ایک جگہ چودھویں صدی قبل مسیح کے ایک مشہور چینی وزیر آئی ہن کا قول درج کرتے ہیں، کہ "اگر ملک ملک کے ذکور و اناث میں سے کوئی بھی ضبطِ نفس سے قاصر رہا، تو اس کے معنے یہ ہیں، کہ بادشاہ کی نیکی میں کمی ہے"، خود کنفیوشس کا اپنا قول ہے، کہ "بادشاہ کی مثال ہوا جیسی ہے، اور رعایا گھاس کی مانند ہے، گھاس کی فطرت میں یہ بات ہے، کہ ہوا کے رُخ کے مطابق جھک جاتے، اس لئے ...... اگر بادشاہ خود اپنی ذات میں صحیح العمل ہوگا، تو رعایا بغیر کہے اپنے فرض بجا لائے گی"

کنفیوشس کے زمانہ ہی میں جب ان کے ایک مرید پر اعتراض کیا گیا، کہ تمہارا مطاع رئیسوں کی سرپرستی حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے، اور ملک کو مصیبتوں سے نجات دلانے کے اور سب ذرائع مفقود ہیں، تو کیوں رہبانیت نہ اختیار کر لی جائے۔ اور کہا گیا، کہ

"ملک میں ابتری اُبھرتے والے طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، اور کسی میں یہ اہلیت نہیں، کہ اسے دبا سکے، اس لئے کیا کسی ایسے شخص کی متابعت کرنے سے جو ان لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے دربدر مارا مارا پھر رہا ہے، جو اسے قبول نہیں کرتے، یہ بہتر نہیں، کہ تارک الدنیا لوگوں میں شمولیت اختیار کر لی جائے"

اس اعتراض کا جو جواب کنفیوشس نے دیا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ جاہ طلبی انکے مدِّنظر نہ تھی، اور نہ رئیسوں کی سرپرستی کا حصول ان کا مقصود تھا، بلکہ اس ذریعہ سے وہ زیردستوں اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غریبوں کی دستگاری کا سامان مہیا کرنا چاہتے تھے، ورنہ ان کی حقیقی مصاحبت غریبوں ہی کے ساتھ تھی چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"دنیا سے کنارہ کشی اور پرندوں اور درندوں کی مصاحبت جنہیں ہم سے کوئی لگاؤ نہیں ناممکن بات ہے، میری مصاحبت صرف مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہو سکتی ہے، ملک کی شدید ابتر حالت ہی تو مجھے بلاتی ہے، اگر ملک میں درست قوانین جاری ہوتے، تو میری بعثت کی کیا ضرورت تھی؟"

غرض کنفیوشس کا رئیسوں کی سرپرستی حاصل کرنے کی کوشش کرنا کسی خودغرضی یا جاہ طلبی کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ چین کے مخصوص حالات کی بناء پر اس وجہ سے تھا، کہ جب تک حکومت کا زورپشت پناہ نہ ہوگا، اور حکومتی اداروں میں اپنے کام کے لئے مرکزیت تلاش نہ کی جائے گی اصلاح غیر ممکن ہے، اور وہ اسی غرض سے قریبًا دس سال تک سارے ملک میں گھومتے رہے، آخر جب انہوں نے دیکھا، کہ اس طرح دربار میں کامیابی ممکن نہیں، تو اصلاح کی ایک اور صورت پیدا کی، اور اپنے شہر سے اصلاحی تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ اور محلوں، بازاروں اور چوراہوں میں کھڑے ہو کر برائیوں بدکرداریوں اور بے عملیوں کے خلاف وعظ کرنے اور لوگوں کو سمجھانے لگے، کہ ان برائیوں میں پڑ کر اپنے قیمتی وجودوں کو ضائع نہ کرو، اور غلط و تباہ کن مذہبی تصورات پر اپنے اعمال کی بنیاد نہ رکھو، لیکن بہت کم لوگوں نے آپ کی باتوں کو سُنا، مگر کنفیوشس مایوس نہ ہوئے، اور ان چیزوں سے لاپرواہ ہو کر انہوں نے اپنے وعظوں کا سلسلہ اور وسیع کر دیا، اور اردگرد کے شہروں میں بھی لیکچر دینے لگے، مگر یہاں بھی وہی حال تھا، چند منٹ کے لئے لوگ جمع ہو جاتے، اور پھر جنگلی کبوتروں کی طرح ذرا سی دیر میں اُڑ جاتے تھے، بعض جو ٹھہرے رہتے وہ بھی ان کا مُنہ تکتے، اور دل میں حیران ہوتے، کہ یہ کیا کہتا ہے؟ بعض مُنہ پھٹ تو یہاں تک کہدیتے، "چنگ نی! ہم تمہاری باتوں کو ایک پاگل کی بڑسے زیادہ نہیں سمجھتے،" اور کبھی ایسا ہوتا، کہ کوئی بدسرشت استہزاء کے لئے بحث شروع کر دیتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس قسم کے بیہودہ اعتراضات کرنا جنہیں سُنکر بجز دُکھ اور رنج کے کچھ حاصل نہ ہو، کنفیوشس خوب سمجھتے تھے کہ یہ لوگ میرا وقت ضائع کرنے یا ایذا دہی کے لئے ایسا کرتے ہیں، لیکن تحمّل اور بُردباری کے ساتھ اور بے عزّتی، بدنامی اور مصیبت کے ہر تصوّر سے بے نیاز ہو کر برابر اپنے کام میں لگے رہے، اور چونکہ ان کے ارادے نیک تھے، اور ایک پاکیزہ مقصد لیکر کھڑے ہوئے تھے، کب ممکن تھا، کہ انہیں کامیابی حاصل نہ ہوتی، آخر لوگوں کو ان کے درس و تدریس اور وعظ و تلقین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

اس ابتدائی کامیابی کے چند سال بعد کنفیوشس نے ایک کالج کی بنیاد ڈالی، جس میں سیاسیات، قانون، ادب، فلسفہ، اخلاق اور ریاضی کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی"۔ چند ہی سال میں ان کے فارغ التحصیل شاگردوں کی تعداد تین ہزار تک پہونچ گئی، یہ تعداد ان شاگردوں کی ہے جو ملک میں نامور ہوئے، اس میں وہ شاگرد شامل نہیں، جو کسی وجہ سے اپنے تئیں میدانِ شہرت میں آگے نہ لا سکے۔

کنفیوشس نے اپنے شاگردوں میں یہ جذبہ پیدا کر دیا تھا، کہ وہ عدل و انصاف کے نام لیوا ہیں، نیکی کے جھنڈے کو بلند کرنا ان کا مقصدِ زندگی ہے، ظلم، بدکرداری اور بے عملی سے زیادہ قابلِ نفرت ان کے لئے کوئی چیز نہیں، جہاں کہیں ان کا کوئی شاگرد پہونچ جاتا تھا، وہ چھاتی تان کر ظلم اور برائی کا مقابلہ کرتا تھا، ملک میں جہاں کہیں نیکی و بدی اور انصاف و ظلم برسرِ پیکار ہوتے تھے، چین میں یہ بات عام طور پر مشہور تھی، کہ کنفیوشس کے شاگرد ضرور نیکی اور انصاف کے طرفدار ہونگے۔

چونکہ ملک کے بڑے عہدوں پر ایسے افسر مامور تھے، جو خود بھی خراب تھے، اور اپنی سلامتی کے لئے لوگوں کو بھی خراب رکھنا چاہتے تھے، اس لئے کنفیوشس نے سوچا کہ اگر ملک میں ایسے قابل اور چند باعمل نوجوان پیدا کر دیئے جائیں، جو نظامِ حکومت میں گھُس کر ملک اور قوم کی بہتری میں لگے رہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو اہل ملک کا بھلا ہو سکتا ہے، اور قوم کی حالت کو سدھارا جا سکتا ہے، اسی خیال کے پیش نظر کالج کی بنیاد ڈالی گئی، اور اس میں سیاسیات کا مضمون لازمی قرار دیا گیا، اور داخلہ کی ایک ضروری شرط یہ قرار دی گئی، کہ طالب علم فارغ التحصیل ہو کر سرکاری ملازمت میں ضرور داخل ہوگا، اس قاعدہ کی پابندی پر کنفیوشس بہت زور دیتے، اور اسے نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا، کہ ان کے اکثر شاگرد گورنمنٹ چین کے بڑے بڑے عہدوں پر پہونچ گئے، اور انہوں نے نظامِ حکومت میں دخیل ہو کر ظلم و تعدّی اور شرارت کو دُور کیا، اور اس طرح کنفیوشس کا مقصد پورا ہؤا،

جب کنفیوشس اپنی عمر کی پچاس منزلیں طے کر چکے، تو حکومت کے ارکان کو بھی محسوس ہؤا، کہ ان کی خدمات حاصل کی جائیں، اور خود کنفیوشس نے بھی اس خیال سے اپنے آپ کو شاہی ملازمت کے لئے پیش کر دیا، کہ وہ اہل ملک کے سامنے عموماً اور اپنے شاگردوں کے سامنے خصوصاً اس امر کا عملی نمونہ پیش کر سکیں، کہ سرکاری ملازمت میں رہ کر ایک انسان کس طرح اصلاح و تہذیب کا کام سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایام ملازمت میں ثابت کر دیا، کہ شاہی نوکری خرابیاں پیدا کرنے اور حکومت کے نشے میں سرشار ہو کر غرور و نخوت دکھانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس کا کام یہ ہے، کہ راعی اور رعایا کے تعلقات کو بہتر، مضبوط اور پائیدار بنا کر اصلاحِ خلق کا کام سرانجام دیا جائے۔

سب سے پہلے ان کو ریاست لُو کے شہر چنگ ڈو کا چیف مجسٹریٹ بنایا گیا، جس کے نتیجہ میں تاریخ ہمیں بتاتی ہے، کہ شہر کی کایا پلٹ گئی، اور نیکی کا دَور دورہ ہو گیا، والیٔ شہر رئیس طنگ نے خوش ہو کر انہیں وزیر عدل بنا دیا، اور چھپّن برس کی عمر تک نہایت کامیابی سے اس کے فرائض سرانجام دیتے رہے لیکن ؎

حسد متاعِ کمالِ ہنر ہو کیا کیجے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس لئے بعض خود غرضوں نے رئیس کے کان بھرنا شروع کر دیئے، ہمسایہ ریاست چی کو ریاست لُو کی یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی، اور کنفیوشس کی اصلاحات میں اسے اپنی بربادی نظر آتی تھی، اس لئے اس نے بھی کنفیوشس کو بے دخل کرنے کی سر توڑ کوشش کی، اور اس کے لئے ناجائز سے ناجائز ذرائع کو کام میں لانے سے بھی دریغ نہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ آخر کنفیوشس کو مستعفی ہونا پڑا، اب انہوں نے پھر جگہ بجگہ گھوم کر وعظ و تلقین کا طریق اختیار کر لیا، یہ وہی کنفیوشس تھے، جن کے لیکچروں پر کوئی کان نہ دھرتا تھا، مگر اب یہ جہاں بھی جاتے، ان کے شاگرد ان کے استقبال کے لئے موجود ہوتے تھے، اور ان کی تقریریں سننے کے لئے ملک کے بڑے بڑے آدمی ساکت وصامت بیٹھے رہتے تھے، وعظ و تلقین کے اس طریق پر کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا، کہ اسی رئیس نے انہیں پھر بلوا کر وزارتِ عمّال ان کے سپرد کر دی۔

لیکن اس دَور میں کنفیوشس نے اپنا وقت زیادہ تر علمی کاموں میں صرف کیا، ان کی اکثر کتابیں اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ مختلف زمانوں میں ان کتابوں کی مختلف فہرستیں ترتیب دی گئی ہیں۔ لیکن اب عام طور پر ان کی تعداد نو بیان کی جاتی ہے، اور یہ سب کی سب کنفیوشس کی تعلیمات کی حامل ہیں، مگر درحقیقت ان میں صرف پانچ ایسی ہیں، جو کنفیوشس نے خود تالیف یا تصنیف کیں، ان کے مجموعہ کو کِنگ کہتے ہیں، اور بقیہ چار ان کے انتقال کے بعد ان کے فاضل شاگردوں نے لکھیں، یہ یا کنفیوشس کے ملفوظات ہیں، یا ان کی کتابوں کی شرحیں۔ ان مؤخر الذکر چار کو شُو کہتے ہیں۔ پانچ کِنگ یہ ہیں:-

شُو کنگ۔ اس میں ۲۳۵۵ سنہ ق۔م سے لیکر ۶۱۹ سنہ ق۔م تک چین کی تاریخ کے جستہ جستہ حالات درج ہیں۔ لیکن اس میں صرف تاریخ چین ہی بیان نہیں ہوئی، بلکہ قریبًا وہ سب چیزیں بیان کی گئی ہیں، جس کی چینیوں کو اُس وقت ضرورت تھی، اس میں ان کی سیاسیات کے اصول، مذہبی رسوم، اصولِ جنگ وغیرہ بہت سے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ (فاطر-۳) ہر امت میں ایک ڈرانیوالا گذرا ہے۔

وَلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ (رعد-۱) ہر ایک قوم کا ایک ہادی اور رہنما ہے۔

ان سب مشترک امور کی طرف توجہ دلانے سے مقصود یہ ہے، کہ مختلف قوموں اور ملکوں کے لوگوں میں وحدت و یگانگت کی رَو پیدا کی جائے، جب سب لوگ اس حقیقت کو جان لیں گے، کہ ان سب کا سرچشمۂ حیات ایک ہی خدا ہے، وہ سب خدائی کُنبہ کے افراد ہیں، ان کے منصۂ شہود پر ظاہر ہونے کا باعث مرد اور عورت کا ایک ہی جوڑا ہے، اور ان کی طرف مختلف وقتوں میں ایک ہی پیغام مختلف نبی، رسُول، رشی، مُنی، اور مصلحین لیکر آتے رہے، جن کا منبع ہدایت خدائے واحد ہے، تو یقیناً جذباتِ مغائرت دُور ہونگے، اور باہمی اخوّت و مودّت بڑھیگی۔

اسلام سے قبل بھی جو نبی اور مصلحین آتے تھے، وہ ان اصول و تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کرتے تھے، مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے رسل و رسائل اور باہمی میل جول کی سہولتیں زیادہ نہ تھیں، اور بسا اوقات ایک ملک کے باشندے یہ سمجھتے تھے، کہ ہمارا ملک ہی ساری دُنیا ہے، اس لئے قوموں اور ملکوں میں جو ہادی آتے تھے، ان کی سرگرمیاں وسیع نہ ہوتی تھیں، بلکہ ان کا دائرۂ اصلاح اپنی قوم یا ملک تک ہی محدود رہتا تھا۔ لیکن جب دُنیا کا تمدّن ترقی کر گیا اور ایک قوم کے لوگ دوسری قوموں سے، اور ایک ملک کے باشندے دوسرے ممالک کے باشندوں سے روشناس ہونے لگے، تو خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک عالمگیر اور ابدی پیغام دیکر بھیجا، اور آپؐ کی اصلاح کا دائرہ وسعت کے اعتبار سے تمام دنیا اور زمانہ کے لحاظ سے تا ابد قرار دیا، فرمایا:-

تَبَارَكَ الَّذِيۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا (فرقان-۱)

برکت والی ہے وہ ذات جس نے قرآن کو اپنے بندے پر اُتارا، تا وہ تمام جہانوں کو ڈرائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شوکنگ دُنیا میں غالباً تاریخ کی سب سے قدیم کتاب ہے، کنفیوشس نے یہ کتاب خاندانِ چُو کی شاہی دستاویزوں سے تیار کی تھی، انگریزی میں اس کتاب کے ایک حصّہ کا ترجمہ ہوگیا ہے، اور انگریزی سے لیکر "صحیفہ چین" کے عنوان سے ایک حصّہ کو اُردو میں بھی منتقل کیا گیا ہے، نمونہ عبارت درج ذیل ہے، جس سے یہ بھی معلوم ہوسکے گا، کہ کنفیوشس کا طرزِ تحریر کیا تھا، اور واقعات کے بیان میں ان کو کس قدر قوت حاصل تھی۔ ایک جگہ چینی شہنشاہ یاؤ (۲۳۵۵ء ق۔م) کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"وہ خدا کی طرح مہربان اور رحمدل تھا، اور دیوتاؤں کی طرح عقلمند اور ہوشیار، دُور سے اس کی چمک ابرِ تاباں سے مشابہ تھی، اور قریب سے خورشیدِ زرفشاں جیسی، وہ امیر تھا، مگر مغرور نہیں، وہ شاہی طبیعت رکھتا تھا، لیکن عیاش نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے چھپّر کی اَولتیاں ہموار کٹی ہوئی نہیں تھیں، اور نہ کڑیاں چوکور اور چورس تھیں، اس کے گھر کے اندر شہتیروں پر کسی قسم کا نمائشی کام نہ تھا، اس کا روزمرہ کا کھانا ایک قسم کا دَلیا ہوتا تھا، جو بغیر کسی خاص اہتمام کے بنایا جاتا تھا، وہ اپنا روز کا دَلیا مٹی کے پیالے اور لکڑی کے چمچہ سے کھاتا تھا۔ وہ اپنے جسم کی زینت کسی قسم کے جواہرات سے نہ کرتا تھا، اور نہ اس کے کپڑے زرنگار ہوتے تھے۔ بلکہ سادہ اور ہمیشہ ایک سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی دربار کی گاڑی بھی مرصّع نہ تھی۔ اور نہ اس کے گھر کی دیواروں پر رنگ و روغن تھا گھر کی دریاں اور چاندنیاں بے جھالر تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ مملکتِ وسطیٰ کے گذشتہ اور آئندہ سارے بادشاہوں سے زیادہ متموّل، زیادہ عقلمند اور زیادہ عمر والا بادشاہ تھا"۔ (صحیفہ چین)

شی کنگ یعنی صحیفہ منظوم۔ یہ ان قصیدوں، نظموں اور قطعوں کا مجموعہ ہے، جو رئیسوں کے شاعر مقررہ مواقع پر شہنشاہ کے حضور نذر گزرانتے تھے۔ ان کی کل تعداد ۳۱۱ ہے۔

یی کنگ یعنی صحیفہ تغیّرات۔ یہ کتاب پہلے ۱۱۵۰ء ق۔م میں وُو وانگ نے قید کی حالت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں لکھی تھی، کنفیوشس نے اس کی مفصّل شرح لکھکر اسے دوبارہ شائع کیا۔

لی کنگ۔ یعنی صحیفۂ آداب ورسوم۔ اسے انسان کامل کا مکمل نصاب کہنا چاہیئے، اس میں چینیوں کی تمام اہم رسوم کو مفصّل طور پر بیان کیا گیا ہے، اور وہ آداب سکھائے گئے ہیں، جن کی پیروی سے انسان درجہ بدرجہ ترقی کرکے ظلِ اللہ بن سکتا ہے۔

چن شی یعنی صحیفۂ بہار وخزاں۔ پہلی چار کتابیں کنفیوشس کی تصنیفیں نہیں، بلکہ انہیں تالیفیں کہنا زیادہ درست ہے، لیکن یہ کتاب باقاعدہ طور پر کنفیوشس کی اپنی تصنیف ہے۔ اس میں ریاست لُو کی اڑھائی صد سالہ تاریخ بیان کی گئی ہے۔ مَن سی اس لکھتا ہے :-

"دُنیا میں ابتری پھیلی ہوئی تھی، سچائی اور حقیقت کی کوئی توقیر نہ رہی تھی، کنفیوشس خدا سے ڈرا، اور اس نے یہ کتاب لکھدی تاکہ دنیا کی ہدایت کا موجب ہو"

چار شُو حسب ذیل ہیں :-

لُن یُو یعنی کنفیوشس کے ملفوظات۔ اس میں کنفیوشس کے وہ اقوال اور خطبات درج ہیں، جو ان کے شاگردوں نے وقتاً فوقتاً سُنے اور جمع کرلئے۔

طائی ہیاں۔ یعنی کتاب علمِ اعظم۔ اس میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے، کہ انسان کیونکر ارتقائی منازل طے کرسکتا ہے۔ یہ کنفیوشس کی اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔

چُنگ یُنگ۔ یعنی کتاب اصولِ اوسط۔ اسے کنفیوشس کے پوتے کُنگ کی نے تالیف کیا تھا، جو اپنے دادا کی تعلیمات کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔

مَن سی اس۔ یہ کنفیوشس کے مشہور مرید اور خلیفہ من سی اس کے اقوال کا مجموعہ ہے، جس میں کنفیوشس کی تعلیمات کی تشریح کی گئی ہے۔

چین میں سرکاری ملازمت کی ایک شرط یہ تھی، کہ ان نو کتابوں کے امتحان میں کامیابی حاصل کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جائے۔ داخلہ کا یہ طریق خاندان سُنگ (۹۶۰ء سے ۱۲۷۶ء) کے مشہور بادشاہ ہنگ وُو کے زمانہ سے جاری کیا گیا تھا، اور برابر بیسویں صدی تک قائم رہا۔ آخر آج سے چونتیس برس قبل یعنی ۱۹۰۵ء میں اسے موقوف کر دیا گیا۔ یہ امتحان ہر تیسرے سال ہوتا تھا، کنفیوشس ازم (جسے چین میں Ju-Kiao یعنی مکتبِ دانشمند کہتے ہیں) کے ابتدائی اور بنیادی لٹریچر کا ذخیرہ جو کچھ ہے، بس یہی کتابیں ہیں، اور چینیوں کے نزدیک الہامی نوشتوں کا درجہ رکھتی ہیں، کنفیوشس کی وفات کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک صبح کنفیوشس اٹھے، تو ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:۔

"یقیناً ایک عظیم الشان پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیگا۔ ایک مضبوط شہتیر ضرور ٹوٹ جائے گا، اور ایک عقلمند انسان ایک پودے کی طرح مرجھا جائیگا"

ان کے مُرید سی کُنگ نے جب یہ سُنا، تو بھاگا ہوا آیا، اور پوچھا، کہ کیا بات ہے، اس پر کنفیوشس نے اپنی رؤیا سُنائی، اور بتایا کہ یہ میری وفات کی خبر ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کنفیوشس اسی روز صاحبِ فراش ہوگئے، ان کی بیماری کی حالت میں ان کے بہت سے شاگردان کے پاس تھے، اور بڑی تندہی سے علاج میں مصروف رہے، لیکن موت کا کیا علاج ہو سکتا تھا، آخر ساتویں دن کنفیوشس کی روح جسدِ خاکی سے پرواز کر گئی۔ اور اس طرح یہ حکیم، دانا، سیاستدان، فلسفی، مؤرخ، ہزاروں کا مشفق استاد اور ملک و قوم کا پیشوا اس دُنیا سے چل بسا، رُبع مسکون کی ایک تہائی آبادی جس کی مدح گستر ہے، آپ کی وفات ۴۷۹ سنہ ق۔م میں تہتر سال کی عمر میں ہوئی، آپ نے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا۔ آپ کی نسل اب تک چین میں نہایت معزز سمجھی جاتی ہے۔

کنفیوشس کے متبعین نے بڑے اہتمام کے ساتھ کوہ فوہنگ کے مقام پر انہیں سپردِ خاک کیا، اور قبر کے گرد جھونپڑیاں ڈال لیں اور برابر تین سال تک ماتم کناں رہے، ایک عظیم الشان دروازہ سے داخل ہونے کے بعد ایک خوبصورت راستہ ہے، جس کے دونوں پہلوؤں میں سرو کے خوشنما درختوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی خوبصورت قطاریں ہیں، یہ راستہ کنفیوشس کے مقبرہ کی طرف لے جاتا ہے، جس کی عمارت کے سامنے ایک مرمریں مجسمہ نصب ہے، جس پر یہ عبارت کندہ ہے:۔

"سب سے زیادہ دانشمند اور قدیم استاد
ہر جہت سے مکمّل اور باخبر بادشاہ"

آج تک کنفیوشس کی قبر مرجعِ خلائق ہے۔

" فداکاری، مشفقانہ اقتدار، اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا، تواضع، میانہ روی، عفت اور جبر و استبداد سے تنفر و اجتناب، اور ہر چہ برخود میسندی بر دیگراں میسند کا زرین معاشرتی قانون کنفیوشس کی تعلیمات کے بنیادی اصول ہیں" [۱]

کنفیوشس کی اخلاقی تعلیمات کو ہم دو حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، اوّل فلسفۂ تعلیماتِ خمسہ، اور دوم فلسفۂ انسانِ کامل۔ فلسفۂ تعلیماتِ خمسہ "لی" یعنی چند آداب پر قائم اور انسانی فطرت کے سمجھنے پر مبنی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے، کہ انسانی فطرتِ صحیحہ اجتماعی ہے، اس لئے رفتارِ زندگی میں دو طرفہ اتحادِ عمل ہونا چاہیئے، بادشاہ اور رعایا، خاوند اور بیوی، باپ اور بیٹا بڑے اور چھوٹے بھائی، اور دوست اور دوست کے تعلقاتِ خمسہ ہی کی درستی میں کنفیوشس وہ الٰہی طاقت دیکھتے ہیں، جو نیکی پیدا کرنے اور نیکی کو عام کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے،

نظریہ انسانِ کامل میں کنفیوشس کا تخیّل بہت بلند اور پاکیزہ ہو جاتا ہے، منافع کا حصول، خواہ اس دُنیا میں کامیابی کی شکل میں ہو، یا دوسری دُنیا میں کیف و نجات کی صورت میں ان کے نزدیک ناقابلِ تقلید چیز ہے، ان کے نقطۂ نظر سے اگر نیکی کسی اور مقصد کو حاصل کرنیکی غرض سے کی جائے، یا برائی سے دفع مضرت کے خیال سے بچا جائے، تو وہ نیکی نہیں، غالب

---

[۱] One Hundred Great Lives

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے اسی نظریہ کو اپنے شوخ انداز میں یوں بیان کیا ہے:۔

طاعت میں تا رہے نہ مے وانگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی لیکر بہشت کو

معاشیات کے متعلق کنفیوشس کی تعلیم یہ ہے، کہ جو لوگ مالیہ کی پیدائش کا باعث ہیں ان کی تعداد کثیر ہونی چاہیئے، اور ضروری ہے، کہ ان کے لئے ہر طرح کی سہولتیں پیدا کی جائیں، اور مالیہ کے خرچ کرنے والوں کو اقتصاد اور کفایت مدّنظر رکھنی چاہیئے۔

سیاسیات کے متعلق کنفیوشس ہمیں بتاتے ہیں، کہ بادشاہِ وقت کی اطاعت فرض ہے اور اس کے احکام سے سرتابی جائز نہیں، لیکن بادشاہ بھی عزت اور اطاعت کا حقیقی حقدار اسی وقت ہوتا ہے، جبکہ وہ رعایا کی بہتری اور بہبودی اپنا فرض سمجھے، لیکن اگر وہ ان فرائض سے تساہل برتے، تو اُسے یہ بلند منصب چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے، پھر وہ بتاتے ہیں، کہ سختی، ظلم اور سزا کے دباؤ سے جن لوگوں پر حکومت کی جاتی ہے، وہ گو قانونی طور پر جرائم سے باز آجائیں، لیکن ان کے اخلاق بالکل برباد ہو جاتے ہیں، اور نیک حکومت کی ماتحتی میں رعایا نہ صرف جرائم سے بچی رہتی ہے، بلکہ جرائم کے تصورات سے بھی پاک ہو جاتی ہے،

کنفیوشس کے مذہبی معتقدات کے متعلق سخت غلط فہمی پائی جاتی ہے، انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کا مضمون نگار لکھتا ہے، کہ کنفیوشس کوئی مذہبی معلم نہ تھے، ایک اور مصنّف کا قول ہے، کہ کنفیوشس میں مذہبی جذبات اور احساسات کا کوئی نشان نہیں ملتا[1] پیچرڈ انسائیکلوپیڈیا کا مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"ہر چند کہ کنفیوشس ازم کو عام طور پر ایک مذہب قرار دیا جاتا ہے، لیکن یہ ایک اخلاقی

[1] یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ زیر عنوان چین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لائحۂ عمل ہے۔" غرض کنفیوشس پر لکھنے والے قریباً تمام مستشرقین اور ان کے خوشہ چینوں نے اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے، کہ کنفیوشس کوئی مذہبی ہادی و رہنما نہ تھے، لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے، ان کی کتاب شُو کِنگ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے، کہ کس طرح وہ واقعات کی توجیہہ اور علل و اسباب کی تعیین خالص مذہبی نقطۂ نگاہ سے کرتے تھے، کیونکہ حکومتوں کے ابھرنے اور مٹنے میں انہیں خدائی ہاتھ نظر آتا تھا، اور کیسے برائیوں اور فسق و فجور کو ملکی بدحالیوں کے پس منظر میں دیکھتے تھے، وہ اکثر اپنی کتاب میں ایسے خطبات نقل کرتے ہیں، جو صرف ایک مذہبی آدمی ہی کا کارنامہ ہو سکتا ہے، مثلاً ایک جگہ وہ شہنشاہ طانگ (۱۷۶۶ سنہ ق م) کے وزیر آئی چنگ کا خطبہ نقل کرتے ہیں:۔

"اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں، کہ اگلے وقتوں میں "ہی آ" کے حکمران نیکیوں کے پتلے ہوتے تھے، اور اسی لئے مخلوق غضبِ الٰہی سے نجات میں تھی، لیکن ان کے ورثاء اور ناخلف جانشینوں نے اپنے آباؤ اجداد کی نیک مثال کی پیروی نہ کی، تو خدائے واحد و بزرگ نے بڑی سخت مصیبتیں نازل فرمائیں، اور بالآخر اس نے ہمارے بادشاہ طانگ کو توفیق دے کر آخری فیصلہ کے لئے منتخب کیا۔" (صحیفۂ چین ص۴۲)

ایک دوسری جگہ اسی وزیر کا قول لکھا ہے، جس میں لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا کا مضمون بیان کرتے ہوئے وزیر کہتا ہے:۔

"حاکم حقیقی کے ہاں تغیر و تبدّل نہیں، نیکی و بھلائی کرنے والوں پر اس کی اَن گنت رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور بداعمالوں پر وہ مصیبتیں اور تکلیفیں بھیجتا ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

"جب مسلسل سات سال تک خشک سالی نے ملک کو نہ چھوڑا، تو خود شہنشاہ (طانگ) نے اپنا جائزہ لیا، "تا معلوم کرے کہ کون کونسی بات اس نے خوشنودیٔ الٰہی کے خلاف کی تھی، جس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاداش میں یہ مصیبت نازل ہو رہی تھی، چنانچہ وہ تھہنتوت کے جنگل میں چلا گیا، اور وہاں چھ ایسی باتوں کا دل میں اقرار کیا، جو قابلِ الزام تھیں، اور خدا سے بخشوع وخضوع توبہ کی، اور رحم ومعافی کا خواستگار ہوا، ابھی اس کی توبہ اور دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی، کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی، اور بارانِ رحمت نازل ہونی شروع ہو گئی" (صحیفۂ چین ص۴۷)

پھر آگے چل کر کنفیوشس طائی کیا کی توبہ کا ذکر کرتے ہیں، اور بتاتے ہیں، کہ کس طرح اس بادشاہ نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، اور کہا:-

"اب مَیں آخرت حاصل کرنے کی کوشش کرونگا" پھر کنفیوشس آئی ین کی زبان سے اس طرح کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا درس دیتے ہیں:-

"بلاشبہ خدا کسی کی ناجائز طرفداری نہیں کرتا، لیکن جو اس کی عبادت اور عشق کے اہل ہوتے ہیں، ان پر وہ رحمت کی نظر رکھتا ہے، . . . . عوام مسلسل اور دوامی عبادت کے اہل نہیں ہوتے، لیکن وہ اہلِ دل عارفوں سے وسیلہ رکھتے ہیں . . . . . . یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیئے، کہ مخلوق کی کامیابی یا ناکامی بے سوچے سمجھے مقدّر کر دی گئی ہے، بلکہ خدائی فیصلہ حق بحق دار رسید کے مطابق ہوتا ہے" (صحیفۂ چین ص۴۹)

پھر الہام کا مضمون اس طرح بیان کیا ہے:-

"شاہانِ سلف جن سے بڑے بڑے کارنامے ظہور میں آئے، بہمہ عقل و دانش فرمانِ الٰہی کی پیروی کرتے رہے، اگر ہم نے اسلاف کے طریق پر عمل نہ کیا، تو ہمارے پاس اس کی کیا ضمانت ہے، کہ خدائی الہامات ہمارے لئے آتے ہی رہیں" (صحیفۂ چین ص۵۳)

اور ایک جگہ شہنشاہ یاؤ کے ساتھ خانقاہ ہوا کے ایک پجاری کی گفتگو نقل کر کے آخرت کا ذکر یوں کیا ہے:-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اگر مالک کو عروج کے بدلے ضلالت وگمراہی سے واسطہ پڑا، تو پھر تمہیں چاہیئے، کہ راج چھوڑ کر گمنامی میں زندگی بسر کرو، اور اپنی ذات میں نیکیاں اور بھلائیاں پیدا کرو، تا جب دُنیاوی زندگی ختم ہو، اور انسانی تعلقات منقطع، تو تم دیوتاؤں سے جا ملو، اور اس طرح بادلوں کو عبور کر کے رفعتِ اعلیٰ پر جا پہونچو، پھر بھلا گھٹاؤ اور تنزل کا کیا موقعہ ہے"

اگر کنفیوشس ایک روحانی اور مذہبی رہبر نہ ہوتے، تو شُوکنگ جس کے حوالہ جات اُوپر درج ہوئے ہیں، اور جسے کنفیوشس نے تاریخ کے پُرانے واقعات کو محفوظ کرنے سے زیادہ آنے والوں کی عبرت نصیحت اور رہبری کے لئے لکھا تھا، اور جس کی یہ غرض تھی، کہ وہ لوگ جن کا ازلی و ابدی اور اٹل قانون یہ تھا، کہ آباؤ اجداد کی پیروی کی جائے، اپنے لئے صحیح راستہ متعین کر سکیں، اس میں ہرگز واقعات کی تعبیریں مذہبی اور روحانی نقطۂ نگاہ سے نہ کرتے، اور خدا، قضاء قدر، توبہ و استغفار، الہام اور بعث بعد الموت کے مضامین کو اس انداز میں بیان نہ فرماتے

اس میں کوئی شک نہیں، کہ اس قسم کے مضامین پر کنفیوشس کی تعلیمات میں زیادہ زور نہیں دیا گیا، اور اصل نقطۂ نگاہ کو بیان کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا گیا، اور زیادہ زور اخلاقی تمدنی اور معاشرتی حالت کی درستی پر دیا گیا ہے، اور اعتقادی اصلاح سے زیادہ عملی اصلاح کو مقدم رکھا گیا ہے، لیکن اس کی وجہ یہ نہ تھی، کہ وہ مذہبی یا روحانی آدمی نہ تھے، بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی، کہ ضرورت زمانہ کا اقتضاء ہی یہ تھا، کہ خالص مذہبی اعتقادات کے بجائے عملی اصلاح پر زیادہ توجہ کی جاتی، کیونکہ اس وقت کے چینی لوگ بداعتقادیوں سے زیادہ بداعمالیوں میں مبتلا تھے، علاوہ ازیں ایک اور وجہ یہ بھی تھی، کہ کنفیوشس اپنی قوم کو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے اصول کے ماتحت چلانا چاہتے تھے، چنانچہ کنفیوشس فرماتے ہیں:۔

"کوئی شخص الٰہیات کے مسائل کو کیونکر سمجھ سکتا ہے، جبکہ اسکے لئے اپنے گردوپیش کے زمینی حالات کو سمجھنا ہی مشکل ہو"۔ پس کنفیوشس نے اسی لئے اپنی قوم کی تمدنی اور معاشرتی اصلاح پر زیادہ زور دیا، گو جیسا کہ شوکنگ کے مذکورہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے، انہوں نے اعتقادی پہلو کو بالکل نظر انداز نہ کیا تھا؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت موسٰے علیہ السلام

(از پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم۔اے گورنمنٹ کالج لاہور)

(۱)

اسلامی تعلیم کی مثال اس قصر کی ہے جس کی تعمیر بنی نوع انسان کے معرضِ وجود میں آنے کے ساتھ ہی شروع ہوگئی، اور جو کئی مرحلوں کو طے کرتی ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن شریف کی صورت میں اپنی تکمیل کو پہونچی، اس قصر کی تعمیر کی تاریخ روح انسانی کی ترقی کی تاریخ ہے، جب سے اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا، اور اس کے لئے ہدایت کا انتظام شروع کیا، اس وقت سے اسلام دنیا میں موجود ہے، ہر نبی نے آکر کوئی خاص شکل اس کو دیدی، اور زمانہ کے تقاضے کے ماتحت وہی شکل اس کی موزون شکل تھی، لیکن جونہی کہ وہ زمانہ بدلا، خدا تعالےٰ نے وہ تعلیم بھی بدل دی، اس کا جو حصہ رکھنے کے قابل تھا، اسے رکھ لیا، اور جو رکھنے کے قابل نہ تھا، اُسے مٹا دیا، اور اس کی جگہ کوئی اور تعلیم اس جیسی یا اس سے بہتر دیدی۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا، اور بنی نوع انسان اپنی مجموعی حیثیت میں ایک کامل تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہو گئے، تب خدا تعالےٰ نے ایک کامل تعلیم قرآن شریف کے ذریعہ انسان کو دی، اور ایک کامل نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں شعل راہ بننے کے لئے بخشا، اب اس کامل تعلیم اور کامل نمونہ کے ہوتے ہوئے انسان کو کسی اور تعلیم اور نمونہ کی ضرورت نہ رہی، لوگوں کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے روحانی مصلحین کا سلسلہ جاری کیا گیا، جو ایک طرف فہم قرآن شریف کو زندہ رکھتے رہے، اور دوسری طرف اپنی اخلاقی اور روحانی تاثیر سے اخلاقِ محمدی کا نمونہ زندہ رکھتے رہے، اور نہ صرف بعض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلطیوں کی اصلاح کرتے رہے، بلکہ خدا تعالےٰ اور دیگر روحانی امور پر لوگوں کے ایمانوں میں تازگی پیدا کرتے رہے،

ہمارے زمانہ کے مہیب خطرہ کے پیش نظر خدا تعالےٰ نے ایک عظیم الشان روحانی مصلح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں بھیجا، اور بنی نوع انسان کے دلوں میں خدا تعالےٰ اور اس کی صفات کے متعلق جو عدم علم اور عدم یقین پیدا ہوچکا تھا، اس کو دور کرنے کا عالی مرتبہ کام آپ کے سپرد کیا گیا، اور اس کام کے مرتبہ کے مطابق آپ کو نشان اور علوم بھی دیئے گئے، اور آپ نے پھر خدا تعالیٰ کی اسی کامل کتاب اور اس کے بھیجے ہوئے کامل نمونہ کی اصلی شان اپنے خداداد علوم، نشانوں اور اخلاقی و روحانی نمونہ سے دوبارہ قائم کر دی، گویا اسلام یعنے خدا تعالےٰ کی تعلیم جو آہستہ آہستہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ کے نمونہ اور آپ کی وحی میں مکمل ہوئی، دُنیا میں ایک نئے دَورِ اشاعت کے لئے تیار ہوگئی،

مَیں نے کہا تھا، کہ اسلام کی مثال ایک قصر کی سے ہے، جو انسان کی رُوحانی تاریخ کا ماحصل ہے، اس مثال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنیوالے نبیوں اور روحانی پیشواؤں کا مقام اور منصب بھی معلوم ہوجاتا ہے، اور بعد میں آنیوالوں کا بھی - پہلے ان بنیادوں، دیواروں، کمروں، یا قصر کے مختلف حصّوں کی طرح ہیں، جو خدا تعالےٰ کے نقشہ کے مطابق اپنے اپنے وقت پر طیار ہوتے رہے، اور بعد میں یا تو قصر کا مستقل حصّہ بن گئے، اور یا وہ اپنی ضرورت پوری کر چکنے کے بعد (جیسا کہ بڑی بڑی عمارتوں میں کئی چنائیاں ایسی ہوتی ہیں، جن کو بنا کر اور جو کام ان سے لینا ہوتا ہے، لیکر گرا دیا جاتا ہے) مٹ گئے، اور بعد میں آنیوالوں کی مثال ان کی ہے، جو گرد و غبار سے آلود قصر کی صفائی پر مقرر کئے جاتے ہیں، اور اپنی محنت سے اس قصر کو پھر قابلِ رہائش بناتے ہیں، اور اپنے پاک مذاق سے لوگوں کو دوبارہ سکھاتے ہیں، کہ اس قصر میں رہائش کے صحیح آداب کیا ہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ — آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل
اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ — کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور میں
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ) — نے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کا کام عربوں ایسی وحشی قوم سے شروع ہوا، جو اس زمانہ میں تمام دنیا سے گئی گذری اور انتہائی مفسد قوم تھی، لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد اس کی رگ و پے میں سرایت کرچکا تھا، اور بظاہر اس میں محبت و مودّت پیدا ہونے کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے، مگر آپؐ کی قوتِ قدسیہ نے بے نظیر کام کیا، اور اس صدیوں کی بگڑی ہوئی قوم میں زبردست انقلاب آگیا۔ وہ جو آپس میں خون کے پیاسے تھے، بھائی بھائی بن گئے، اور وہ جن کی رقابتیں اور عداوتیں شہورِ عالم تھیں، اس قدر متحد ہوگئے، کہ ان کا اتحاد ضرب المثل بن گیا۔ اور اس طرح یہ بات دنیا پر ثابت ہوگئی، کہ اسلام کا پیغام اخوّت اور محبت کا پیغام ہے، اور اسی کے ذریعہ دُنیا میں صلح و امن قائم ہوسکتا ہے۔

جیسا کہ بیان ہوا ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دائرہ اصلاح تمام دُنیا تھی، سو آپؐ کا پیغام عرب سے نکل کر عجم میں پہونچا، اور دُنیا میں پھیلتا گیا، جہاں جہاں وہ پہونچا، اس نے فتنہ وفساد کا قلع قمع کرکے اتحاد بین الاقوام کی بنیادیں استوار کیں، اور باہم مخالف طاقتوں کو ایک دوسری کے قریب تر کردیا، یہی وجہ ہے، کہ جن ممالک میں کبھی مسلمانوں کی حکومتیں قائم تھیں، وہاں اسلامی عہد میں فرقہ وارانہ لڑائیوں کا کوئی قابلِ ذکر نشان نہیں ملتا اور اِس زمانہ میں جبکہ ساری دنیا ایک ملک کے حکم میں ہوگئی ہے، اور باہمی میل جول کے ذرائع بہت وسیع ہوگئے ہیں، علاوہ ازیں ایک قوم دوسری قوم سے نسل، مذہب اور قومیت کی بناء پر برسرِ پیکار ہے، ایک مرتبہ پھر اس بات کی ضرورت تھی، کہ اسلام کی ان تعلیمات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی اور مذہب میں دنیا کے رُوحانی پیشواؤں کے مقام کو اس طرح بیان نہیں کیا گیا، جس طرح قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے، اور مذاہب میں کسی ایک پیشوا کو مرکزی حیثیت دیدی جاتی ہے، اور باقیوں کا ذکر اوّل تو ہوتا ہی نہیں، اور اگر ہوتا ہے، تو یہ نہیں بتایا جاتا، کہ وہ دنیا میں کیوں آئے، اور کس مقام اور منصب کے بزرگ تھے، اور بنی نوع انسان کی روحانی تاریخ اور دنیا کے روحانی نظام میں ان کو کیا مرتبہ حاصل تھا، لیکن اسلام کی کتاب قرآن شریف تمام رُوحانی پیشواؤں کو ایک لڑی کی طرح پیش کرتی ہے، اس میں ہر ایک کا مقام بتایا گیا ہے، اور پھر تمام کو جمع کرکے ایک روحانی تصویر پیش کی گئی ہے، جس کے رنگ ایک ایک کرکے دنیا کے مختلف روحانی دوروں میں بھرے گئے، اور جس کی خوبصورتی کی تکمیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی، اور جس کی چمک دمک کا سامان حضرات مجددین رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ذریعہ کیا گیا۔

اسی واسطے تو قرآن شریف میں پہلے انبیاء کا ذکر آتا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے، وہاں یہ بھی بتایا جاتا ہے، کہ آپ میں تمام پہلے نبیوں کی صفات پائی جاتی ہیں، ہاں کسی سے آپ کی مشابہت بہت زیادہ ہے، اور کسی سے کم، اور یہ فرق اس کامل نمونہ کی جزئیات کے تناسب اور توازن کے لئے ضروری تھا، جو آپ کے ذریعہ دنیا میں پیش ہونا تھا، اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ۔ الآیۃ۔

(۲)

اس لحاظ سے جب ہم قرآن شریف کو پڑھتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور باقی انبیاء علیہم السلام میں ایک امتیاز پایا جاتا ہے، اور وہ یہ کہ جہاں اور انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں تھوڑی مرتبہ یا زیادہ مرتبہ آتا ہے، وہاں حضرت موسےٰ علیہ السّلام کا ذکر قریبًا پچاس دفعہ آتا ہے، اس سے زیادہ مرتبہ کسی اور نبی کا ذکر قرآن شریف میں نہیں آتا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذکر کوئی چالیس دفعہ آتا ہے، اور باقی انبیاء کا اس سے کم۔ گویا یہ سمجھنا چاہیئے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ مشابہت حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ہے، اور پھر ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے، جبھی تو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات قرآن شریف میں بیان کئے گئے، بلکہ صاف طور پر حضرت موسےٰ علیہ السلام سے آپ کی شدید مماثلت پیش کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۱۵/۷۳)

یہ وحی آپ کی بالکل ابتدائی وحیوں میں سے ہے، اور لطف کی بات یہ ہے، کہ کوئی دو ہزار سال پہلے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی کتاب میں انہی الفاظ میں آپ کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی تھی، یہ مشہور پیشگوئی کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ میں موجود ہے، اور اس میں آپ کو بنو اسمٰعیل میں سے پیدا ہونے والا "تیرے جیسا نبی" بتایا گیا ہے، یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ آپ کی وحی کا ہر حصہ "بسم اللہ" سے شروع ہوگا، اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ آپ خدا کے فضل سے اپنے کام اور اپنے مشن میں بہت ہی کامیاب ہونگے، اور آپ کے دشمن بُری طرح ہلاک ہونگے، چنانچہ تاریخ کا فیصلہ موجود ہے، کہ ایسا ہی ہوا، اس فیصلہ کی رُو سے پیشگوئی کی سچائی آپ کی اپنی اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی سچائی کا پتہ دیتی ہے، اور خدا تعالےٰ کی ہستی اور اس کے اس زبردست روحانی نظام کا ثبوت ملتا ہے، جو زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ عین اپنے "ٹائم ٹیبل" کے مطابق روحانی دُنیا میں تعمیر ہوتا چلا گیا۔

مختصر یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ایک خاص مماثلت اور مشابہت ہے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور آپ کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے، کہ ہم حضرت موسےٰ علیہ السلام کے حالات کو اپنے سامنے رکھیں۔ حضرت موسیٰ بھی ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شارع بنی تھے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی شارع بنی تھے۔ حضرت موسٰےؑ کو بھی حکومت وقت سے مقابلہ کرنا پڑا، اس سے ہجرت اختیار کرنی پڑی، اور ہجرت کے بعد آپ کو کامیابی ملی، اور کامیابی کے بعد آپ نے عملاً اپنی تعلیم اور اپنا تمدّن اپنی قوم میں جاری کر دیا، آنحضرت صلعم کو بھی اپنے وقت کے سرداروں سے مقابلہ کرنا پڑا، ان سے ہجرت اختیار کرنی پڑی اور ہجرت کے بعد آپ کو کامیابی ملی، اور کامیابی کے بعد آپ نے اپنی تعلیم اور اپنا تمدّن جاری کر دیا، حضرت موسٰےؑ نے بھی تفصیلی احکام بیان کئے، اور عقائد و معاشرت ہر دو معاملات میں رہنمائی کی، آنحضرت صلے اللہ علیہ نے بھی تفصیلی احکام بیان فرمائے، جو نہ صرف عقائد پر مشتمل ہیں بلکہ اصول معاشرت و تمدن پر بھی حاوی ہیں۔ ہاں آنحضرت صلعم کو حضرت موسٰےؑ پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل تھی، اور وہ آپ کی کامل اور کبھی نہ مٹنے والی تعلیم کی رُو سے تھا، نیز آپ کے کامل نمونہ کی وجہ سے اور اس وجہ سے تھا، کہ آپ نے حضرت موسٰے علیہ السلام کی طرح صرف بنی اسرائیل کو مخاطب نہ کیا تھا بلکہ تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کیا تھا، اور ہمیشہ جاری و ساری رہنے والا پیغام انسان کو دیا تھا۔

(۳)

حضرت موسٰے علیہ السلام کی زندگی کے حالات بائبل اور قرآن شریف میں مذکور ہیں، بائبل میں تفصیل زیادہ ہے، قرآن شریف میں مجمل حالات بیان کئے گئے ہیں، ان میں اختلافات بھی ہیں، اور بعض اختلاف اہم بھی ہیں، لیکن مجموعی طور پر قرآن شریف نے بائبل کے بیان کی تائید کی ہے، احادیث میں بھی حضرت موسٰے علیہ السلام کی زندگی کے حالات کے متعلق بعض روایات پائی جاتی ہیں، لیکن ان روایات کا صحیح مفہوم معلوم کرنا بغیر لمبی تحقیق کے ممکن نہیں، بائیبل اور قرآن شریف میں جو کچھ حضرت موسٰے علیہ السّلام کے متعلق آتا ہے، ان دونوں میں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن شریف کا بیان ہی اس قابل ہے، کہ اُسے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی سوانح حیات کے لئے بنیاد بنایا جائے۔ اور یہ مَیں اس لئے نہیں کہتا، کہ مَیں مسلمان ہُوں، بلکہ اس لئے کہتا ہُوں، کہ تاریخی لحاظ سے بائبل کا وہ پایہ نہیں، جو قرآن شریف کا ہے، اوّل تو بائبل ترجمہ در ترجمہ ہو کر اپنی اصلیت کو بہت کچھ کھو چکی ہے، دوسرے اس میں دانستہ تحریف کا بھی قطعی ثبوت پایا جاتا ہے، ہاں جو تفاصیل قرآن شریف کے کسی بیان کے خلاف نہیں، وہ ہم بائبل سے لے سکتے ہیں۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے، کہ آپ کی ذات کو سراسر افسانہ کسی نے نہیں کہا، آپ کو تاریخی مقام حاصل ہے، اور اس سے کسی نے انکار نہیں کیا کہ آپ واقعی بنی اسرائیل کے سب سے بڑے لیڈر تھے۔ یہ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے، کہ آپ کے بعد آنیوالے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تاریخی حیثیت سے انکار ہوا ہے، اور حضرت عیسےٰؑ کی شخصیت کو سراسر افسانہ ماننے والے موجود ہیں۔ حال میں مشہور ماہر نفسیات فرائیڈ نے بھی اپنی زندگی کی آخری تصنیف "موسےٰ اور توحید" میں اس بات سے انکار نہیں کیا، کہ حضرت موسےٰؑ واقعی ایک زبردست مذہبی پیشوا تھے، اور یہ کہ تورات میں جو تعلیم مذکور ہے، وہ واقعی آپ کی تعلیم ہے، بلکہ صرف اس بات سے انکار کیا ہے، کہ آپ اسرائیلی تھے، فرائیڈ نے اس کتاب میں قیاس آرائی سے بہت کام لیا ہے، اور ان تمام روایتوں کا جو تواتر سے بائبل اور پھر قرآن شریف کے ذریعہ سے (اور یہی حضرت موسےٰ اور تاریخ بنی اسرائیل کے دو بڑے ماخذ ہیں) ہم تک پہونچی ہیں، بعض نہایت کمزور امکانات کو سامنے رکھکر انکار کر دیا ہے، فرائیڈ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت موسےٰؑ کا نام عبرانی نہیں ہے، بلکہ مصری ہے، مَیں اس علمی بحث پر کچھ کہنے کے قابل اپنے آپ کو نہیں پاتا، لیکن بہرحال جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے، کہ آپ نے پرورش مصر کے شاہی خاندان میں پائی۔ تو باوجود اسرائیلی ہونے کے آپ کا نام اگر مصری رکھا گیا ہو، یا بن گیا ہو، تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ اتنا عرصہ مصر میں بود و باش رکھنے کے بعد اس مصری نام میں بھی کوئی خاص قابل اعتراض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بات آپ کو، آپ کے والدین کو یا آپ کی قوم کو نظر نہ آئی ہو، یہ عجیب بات ہے، کہ "فرائیڈ" خود تسلیم کرتا ہے، کہ اور مورخین بھی جنہوں نے موسٰے نام کو مصری قرار دیا ہے، اس بات سے انکار نہیں کرتے، کہ آپ اسرائیلی تھے،

فرائیڈ نے اس بات کو افسانہ قرار دیا ہے، کہ آپ کو پولیس کے خوف کے مارے آپ کے والدین نے ایک بکس میں ڈال کر دریا میں بہا دیا تھا، اور پھر جب بکس ذرا آگے نکل گیا، تو اتفاق سے شاہِ مصر کی ایک لڑکی نے جو نہانے کے لئے دریا کے کنارے پر آئی ہوئی تھی، اس بکس کو اٹھوا لیا۔ فرائیڈ نے اس کے افسانہ ہونے کا ثبوت یہ دیا ہے، کہ مصری تاریخ میں اور بھی اس قسم کے افسانے ملتے ہیں، اور یہ بہت اغلب ہے، کہ اسرائیلیوں نے بعد میں کسی قدر اختلاف سے یہ افسانہ اپنے لیڈر کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے کے لئے موسٰے کی سوانح حیات میں داخل کر دیا ہو، حالانکہ یہ زیادہ اغلب ہے، کہ دوسری کہانیاں جو حضرت موسیٰ کے دریا میں پھینکے جانے اور پھر اٹھا لئے جانے کے مشابہ ہیں، حضرت موسیٰ کے واقعہ سے بنا لی گئی ہوں، غرضیکہ بائیبل اور قرآن شریف میں جو حالات حضرت موسٰے علیہ السلام کے بیان ہوئے ہیں، اور جو کچھ بھی اس بیان سے مرتب ہو سکتا ہے، اس سے اختلاف کر کے محض قیاس آرائی پر کسی اور بیان کی بنیاد رکھنا تاریخی لحاظ سے سخت غلطی ہے۔

قرآن شریف اور بائیبل میں جو حالات حضرت موسٰے علیہ السلام کی سوانح حیات کے متعلق بیان ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ آج سے قریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے مصر میں اس زمانہ میں جبکہ شاہ مصر نے مصریوں کی ایجی ٹیشن سے متاثر ہو کر یہ حکم دے رکھا تھا، کہ اسرائیلی قوم کی لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے، اور لڑکوں کو مار دیا جائے، ایک اسرائیلی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، کچھ دیر تو والدین نے اس بچہ کو چھپائے رکھا، آخر حکومت کے افسروں کے ڈر سے کہ مبادا پکڑے نہ جائیں، انہوں نے ایک بکس تیار کیا، اور اس میں بچہ کو ڈال کر دریا کے سپرد کر دیا۔ قرآن شریف میں آتا ہے (۳۹-۴۰ طٰہٰ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ خدا نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ تو یوں کر۔ بکس بہتا بہتا دریا کے کنارے پر اُگے ہوئے گھاس پھوس میں ایک جگہ جا کر اٹک گیا۔ وہیں اتفاق سے شاہی خاندان کی ایک لڑکی نہانے کے لئے آئی تھی، وہ عورت تھی، اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اور باوجود یہ جاننے کے کہ یہ کوئی اسرائیلی بچہ ہی ہوگا، اسے اُٹھوا لیا، بچہ کے والدین نے اس کی بڑی بہن کو پیچھے پیچھے لگا رکھا تھا، کہ دیکھے بچہ کہاں جاتا ہے، اور اس کا کیا حشر ہوتا ہے، جب مصری شہزادی نے بچہ اٹھوا لیا، تو اس نے اپنے خدمتگاروں سے خواہش ظاہر کی، کہ بچہ کی پرورش کا بھی کچھ انتظام ہونا چاہیئے۔ اس پر بچہ کی بہن کو موقعہ مل گیا، اس نے آگے ہو کر کہدیا کہ پاس ہی ایک گاؤں میں ایک بڑی اچھی دایہ رہتی ہے، اگر حکم ہو، تو اسے بُلا لایا جائے، شہزادی نے یہ تجویز قبول کر لی، اور بہن اپنی ماں ہی کو لے آئی، اور اس طرح حضرت موسیٰ نے اپنی ماں کی گود میں لیکن مصر کے شاہی محل میں پرورش پائی (پ ۲۰) ایسے حالات میں یہ بالکل قرین قیاس ہے، کہ بڑے ہوتے ہی آپ کو اپنی اصلیّت کا پتہ لگ گیا ہوگا، اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ اسرائیلی ہیں، اور خدا تعالےٰ کی قدرت سے کسی طرح بچ نکلے ہیں، پھر آپ کو اپنی قوم کی پچھلی تاریخ کا بھی علم ہو گیا ہوگا، اور قوم کی غلامی اور بے بسی دیکھ دیکھ کر آپ کا دل کُڑھتا ہوگا، ادھر آپ مصریوں میں بھی ایک معروف شخصیّت رکھتے ہونگے، اور یہ بھی ممکن ہے، کہ قومی ہمدردی کے جذبہ کی وجہ سے آپ مصریوں کو کھٹکتے بھی ہونگے، آپ کی جوانی کا واقعہ ہے، کہ آپ نے ایک مصری کو ایک اسرائیلی پر ظلم کرتے دیکھا (اسرائیلی غلاموں اور مزدوروں کی زندگی بسر کرتے تھے، اور اکثر ان میں سے شاہی عمارتوں کے لئے اینٹیں پاتھنے کا کام بالکل قلیل گذارہ پر کرتے تھے) آپ نے مظلوم کی حمایت میں ظالم کو ایک مُکا دے مارا، اور مُکا کچھ ایسا لگا، کہ ظالم مصری بعد میں مر ہی گیا، اور گو آپ شاہی محل میں پرورش پا چکے تھے، اور وہیں رہتے تھے، لیکن آخر اسرائیلی تھے، اس لئے آپ کو یہ خوف ہو گیا، کہ آپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا جائیگا، اور یہ نہیں دیکھا جائیگا کہ آپ نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی حمایت کی ہے، اور مُکا مارنے سے آپ کا ارادہ مار دینے کا نہ تھا، بلکہ صرف ظلم کو روکنے کا تھا، اس کا مرجانا محض اتفاقی تھا، اس سے آپ نے یہ صورت اختیار کی، کہ آپ بحیرہ قلزم کے مشرق کی طرف علاقہ مدین میں چلے گئے (۲۱-۱۴/۲۸) مدین میں آپ کو عجیب واقعہ پیش آیا، آپ کو ہمیشہ خدا کی طرف توجہ رہتی تھی، اور کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی، اگر یہ سمجھا جائے، کہ جوانی کی عمر ہی سے آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی نہ کسی رنگ میں ہدایات آنی شروع ہوگئی ہوں اور یہ مدین والا سفر بھی کسی الٰہی اشارہ کے باعث ہی ہوا ہو، مدین میں آپ ایک دفعہ ایک چشمہ کے پاس بیٹھے تھے، کہ آپ نے دیکھا، کہ بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں، اور ان سے الگ دو لڑکیاں اپنی بکریاں لئے کھڑی ہیں، گویا اس جمگھٹے اور شرم کی وجہ سے آگے نہیں بڑھتیں کہ وہ بھی اپنی بکریوں کو پانی پلالیں، حضرت موسٰےعلیہ السلام کو ان سے ہمدردی ہوئی، آپ نے پوچھا، کہ تم کون ہو، اور یہاں تمہارا کیا کام ہے، انہوں نے بتایا، کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے، اور خود کام نہیں کرسکتا، اس لئے ہم اس کے بجائے کام کرتی ہیں، اور یہ آدمی جب تک ہٹیں نہ ہم اپنی باری نہیں لے سکتیں، حضرت موسٰےعلیہ السلام نے اپنے رعب سے آدمیوں کو ہٹایا، اور لڑکیوں نے بھی اپنے جانوروں کو پانی پلالیا۔ اس پر وہ چلی گئیں، گھر جاکر ذکر کیا ہوگا، باپ کو اس نوجوان کے اخلاق بہت پسند آئے، اور اس نے ایک لڑکی کے ہاتھ کہلا بھیجا، کہ وہ نوجوان آکر مل جائے، حضرت موسٰےعلیہ السلام اس شیخ کبیر مدین کے رئیس سے جس کا نام "جتھرو" تھا ملنے چلے گئے، اور دونوں اس ملاقات سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ ادھر حضرت موسٰےنے دعا کی، کہ اگر ہو سکے تو میری شادی یہیں ہوجائے، ادھر جتھرو نے فیصلہ کیا، کہ وہ اپنی ایک لڑکی اسی صالح اور بہادر نوجوان سے بیاہ دیگا۔ اس نے حضرت موسٰےؑ سے اس بات کا ذکر بھی کر دیا۔ اور حضرت موسٰے علیہ السلام نے قبول کر لیا۔ شرط یہ ٹھہری کہ حضرت موسٰےؑ آٹھ سال اور اگر ہو سکے، تو دس سال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کی بکریاں چرائیں، اور زمیندارہ کام میں مدد دیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے یہ بات مان لی، بوڑھے بزرگ نے شاید آپ کا امتحان لینا تھا، اور آپ کی لیاقت اور آپ کے کیریکٹر کو پوری طرح دیکھنا تھا، بہرحال حضرت موسےٰ علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے، آپ کی شادی ہوگئی، اور دس سال مصر سے باہر رہنے کے بعد آپ واپس مصر تشریف لے گئے (۲۹-۳۲/۲۸) واپسی پر راستہ میں آپ کو آگ کی ضرورت ہوئی، ایک طرف آپ کو آگ نظر آئی، چنانچہ آپ اپنے اہل کو چھوڑ کر آگ کی طرف چل پڑے، جب وہاں پہونچے تو آپ پر خدا تعالےٰ نے یہ وحی نازل کی، فرمایا:- اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ . . . . . وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (۱۱-۱۴/۲۰)

آپ کو کشفی رنگ میں یہ بھی بتایا گیا، کہ آپ کو دو خاص معجزے دیئے جائینگے، ایک یہ کہ ضرورت اور وقت پر آپ کا سونٹا سانپ بن جایا کرے گا، اور دُوسرا یہ کہ آپ کا ہاتھ روشنی سے چمک پڑیگا،

آپ کو خدا تعالےٰ نے حکم دیا، کہ آپ فرعون مصر کے پاس جا کر بنی اسرائیل کی مخلصی کے لئے کوشش کریں، اس پر آپ نے خدا تعالےٰ سے دُعا کی، کہ وہ آپ کے سینہ کو کھول دے، اور آپ کو ملکۂ تقریر بخشے، اور ایک ساتھی کے لئے بھی خدا تعالےٰ سے درخواست کی، اور عرض کی، کہ میرے بھائی ہارون کو ساتھ کر دیا جائے۔ (۲۵-۳۵/۲۰) خدا تعالےٰ نے یہ سب کچھ قبول کیا، اور آپ اور حضرت ہارون فرعونِ مصر کے دربار میں تشریف لے گئے، اور وہاں قوم اسرائیل کی مخلصی کے لئے گفت و شنید کی، بہت لمبی چوڑی بحث ہوئی، اس بحث میں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون کو نرمی سے سمجھایا، کہ آپ خدا تعالےٰ کے نبی ہیں، اور فرعون کے لئے اچھا ہوگا، کہ وہ آپ کی بات مان لے اور پہلے جو کچھ خدا تعالےٰ کے پیغاموں سے سرکشی کرنے والوں کا حال ہوتا رہا ہے، وہ سُنا کر فرعون کو ڈرایا بھی، لیکن فرعون انکار پر مُصر رہا، بلکہ مقابلہ میں اپنی ہمہ دانی اور طاقت کا دعویٰ کرتا رہا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۵۵-۵۵ ب ۲۴)۔ اس موقعہ پر حضرت موسےٰؑ پر خفیہ ایمان لانے والا فرعونِ مصر کا ایک درباری حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرف سے بحث میں حصہ لیتا رہا (۲۹-۲۷ ب ۲۴) فرعون نے نشانات کا مطالبہ کیا، ہر مامور کے زمانہ میں نشانات کا مطالبہ ہوتا رہا ہے، اس مطالبہ کے پیچھے بھی حیلہ سازی ہوتی ہے، اور نشان دیکھ چکنے کے بعد بھی انکار پر اصرار ہوتا ہے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں نشان یعنی سونٹے کا سانپ بننا اور یدِ بیضا یعنی ہاتھ کا روشن ہوجانا دکھائے (۲۶-۲۱) فرعون نے مقابلہ میں اپنے جادوگر اور شعبدہ باز جمع کروائے، لیکن ان کی شعبدہ بازیاں حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں بالکل نہ چلیں (۱۲۶-۱۱۳ ب ۹) بلکہ وہ شعبدہ باز خود مرعوب ہوگئے اور ایمان لے آئے، لیکن فرعون ذرا بھی نرم نہ ہؤا، اس کے بعد خدا تعالےٰ نے کئی نشانات دکھائے، اور پے در پے عذاب آئے، لیکن نَو دفعہ (۱۰۱ ب ۱۵) عذاب چکھنے کے باوجود فرعون نے اپنی سرکشی میں اور اپنی سختیوں میں کوئی کمی نہ کی، ہر عذاب کے موقعہ پر حضرت موسےٰؑ سے فرعون کہتا کہ اس دفعہ دعا کرکے عذاب ٹلادو، اس کے بعد میں مان لونگا، لیکن عذاب ٹل جانے کے بعد وہ پھر انکار کردیتا (۱۳۵-۱۳۴ ب ۹) اس پر حضرت موسےٰؑ نے اپنی قوم کو صبر کی تلقین کی، اور خدا کے حضور گرنے اور اس سے دعائیں مانگنے کی طرف ان کو متوجہ کیا، (۱۲۸ ب ۹ و ۸۴ ب ۱۱) ایک عرصہ تک صبر سے تمام سختیاں برداشت کیں، آخر خدا تعالےٰ نے حکم دیا، کہ آپ اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل پڑیں، گویا ہجرت کا حکم آگیا، یہ عظیم الشان ہجرت جس کے بعد بنی اسرائیل کی گویا کایا ہی پلٹ گئی، حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک زبردست مشابہت ثابت کرتی ہے، اور اس میں یہ بھی گہرا نکتہ پایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک جابر حکومتوں کے مقابلہ کا آخری علاج یہ نہیں، کہ ان کے ماتحت رہ کر ان کے قانونوں کو توڑا جائے، بلکہ جب سب حیلے ناکام ہوچکیں، تو پھر مومن اور خدا پرست انسان کے لئے یہی چارہ ہے، کہ وہ اس حکومت کو چھوڑ کر کہیں باہر چلا جائے، اور اگر خدا توفیق دے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو پھر باہر سے حکومت کا مقابلہ کرے ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ہجرت میں ہی بنی اسرائیل کی مخلصی اور ان کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے سامان رکھدیئے تھے، بنی اسرائیل کی ہجرت فرعون اور اس کی حکومت کے لئے ایک زبردست اقتصادی نقصان تھا، کیونکہ اتنی سستی مزدوری کا انتظام وہ اور کسی صورت سے نہ کر سکتا تھا، پھر اس کے رعب اور دبدبہ کو بھی نقصان تھا، کہ ایسی غریب بیکس اور غلام قوم نے ذرا اس کی پرواہ نہ کی، پھر اس کی نیک نامی کے لئے بھی یہ بہت بڑا صدمہ تھا، غرضیکہ اس ہجرت میں خدا تعالےٰ نے ظالم حکومتوں کے مقابلہ کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی تجویز بتائی ہے جو ہر زمانہ میں کام آسکتی ہے، اور جو عدم تعاون اور سول نافرمانی سے اخلاقی لحاظ سے بھی بہت بلند و بالا ہے، اور نتائج کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ بابرکت ہے، اسی ہجرت پر خدا تعالےٰ نے حضرت موسےٰؑ سے عمل کروایا، اور اسی پر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عمل کروایا، اور اس کے ذریعہ سے آپ کو کامیاب بھی کیا، چنانچہ یہی ہجرت مسلمانوں کی الگ جمعیت اور تربیت اور بعد میں کئی ایک فتوحات کا اور اس آخری اور سب سے بڑی فتح کا جسے فتح مکہ کہتے ہیں موجب بن گئی، حضرت موسےٰ علیہ السلام کے لئے یہ ہجرت آسان نہ تھی، سفر کی مشکلات، کھانے پینے کی ضروریات، اپنی قوم کا ڈسپلن، اس قوم کا ڈسپلن جو صدیوں کی غلامی سے اخلاق سے بالکل عاری ہو چکی تھی، یہ سب مشکلات تھیں، جو آپ کے سامنے تھیں، اور جن کا حل آپ نے کرنا تھا، اگر خدا سے آپ کا گہرا تعلق نہ ہوتا، اور خدا کی خاص نُصرت آپ کے ساتھ نہ ہوتی، تو یہ مشکلات کیسے سر ہو سکتی تھیں، بہرحال آپ اپنی قوم کو لیکر نکل کھڑے ہوئے، فرعون نے ایک طرح سے آپ کو اجازت بھی دیدی تھی، لیکن بعد میں اُس نے آپ کو روکنا چاہا، اور آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا، حضرت موسےٰ علیہ السلام جب بحیرہ قلزم کے اس حصّہ کے پاس پہونچے جو اب سویز کی تنگ نہر کے ذریعہ بحیرہ روم کے ساتھ ملا دیا گیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو بالخصوص دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، جن میں اتحاد بین الاقوام کے اصول بیان ہوئے ہیں، تا دنیا موجودہ کشمکش اور لڑائی جھگڑوں سے نجات پاکر پھر صلح و امن کا زمانہ دیکھے۔

ہمارے ملک ہندوستان کو باقی تمام دنیا کے ممالک سے یہ خصوصیت و امتیاز حاصل ہے، کہ اس میں ہر مذہب و ملت اور قومیت کے لوگ پائے جاتے ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے، کہ قدرت نے یہ چاہا، کہ اس زمانہ میں اسی ملک سے اصلاح کا کام شروع ہو، چنانچہ موجودہ زمانہ کے مصلح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے ہندوستان میں مبعوث فرمایا، آپ نے قرآن مجید کی مذکورہ بالا تعلیمات کو دوبارہ اجاگر کیا، اور ان میں سے اس اصول پر خصوصیت سے زور دیا، کہ ہر قوم اور ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی اور ہادی گزرے ہیں، تا مختلف مذاہب کے پیروؤں میں رواداری کے جذبات پیدا ہوں، اور ان کے باہمی تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہو چکی ہے، وہ خوشگواری سے بدل جائے۔

حضرت مرزا صاحب نے آج سے قریباً پچاس برس قبل جب یہ آواز بلند کی تھی، اس وقت ہندوستان کی فرقہ وارانہ فضاء میں ایک زبردست ہیجان برپا تھا، ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور ہادیوں پر بے باکانہ حملے کرتے تھے، اور اس میدان میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانا چاہتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا، کہ مختلف مذاہب اور قوموں میں خطرناک کشمکش جاری تھی، خدا تعالےٰ نے آپ کی آواز میں قوت تاثیر بخشی، اور اس سے ایک ایسی رَو پیدا ہوئی، جس سے ہندوستان کا سمجھدار طبقہ متاثر ہوا، اور اس میں یہ خیال پیدا ہو گیا، کہ سب مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرنی چاہیئے، بلکہ اب تو ہندوستان میں بعض ایسے فرقے نمودار ہو گئے ہیں، جن کا یہ اعتقاد ہے، کہ سارے مذاہب کے بانی سچے تھے، جو عملاً اسلام کی تعلیم کی سچائی کے اقرار کے مرادف ہے۔

آج سے نصف صدی پیشتر کی فضاء سے موجودہ فضاء کا مقابلہ کیا جائے، تو ایک بین فرق نظر آتا ہے، اور اس نہایت سرعت اور تیزی سے بدلتے ہوئے حالات پر نگاہ کرکے پورے اعتماد اور وثوق سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو آپ کو خدا تعالےٰ نے حکم دیا، کہ اپنا سونٹا مارو، جب آپ نے ایسا کیا، تو سمندر کا ایک حصہ پیچھے ہٹتا چلا گیا، اور آپ اپنے آدمیوں اور سامان سمیت گذرنا شروع ہو گئے، اور اس طرح پار نکل گئے، فرعون اور اس کے لشکر بھی آپہونچے، اور وہ بھی سمندر کو خشک پاکر داخل ہو گئے، لیکن وہ راستہ میں ہی تھے، کہ سمندر کی ایک بڑی موج نے آدبایا، اور وہ سب کے سب غرق ہو گئے، سُنا ہے، کہ فرعون کی لاش دستیاب ہوگئی، اور اس کو اس وقت کی دوائیاں وغیرہ لگا کر محفوظ کر لیا گیا، اِس زمانہ میں مصر میں جو پُرانے آثار کی کھوج کی گئی، تو حضرت موسےٰ والے فرعون کی لاش بھی ان میں نکل آئی، اور اب وہ بھی قاہرہ کے عجائبات میں شامل ہے، قرآن شریف کی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے، کیونکہ قرآن شریف (سورۂ یونس) میں آتا ہے، کہ ہم تمہارے (یعنی فرعونِ موسےٰ کے) بدن کو محفوظ کرلیں گے، اب صدیوں بعد فرعون کی لاش کا نکل آنا حیرت میں ڈالنے والی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

سمندر کا خشک ہو جانا بھی خدا تعالےٰ کی خاص نصرت اور اس کے کسی خاص قانون کا پتہ دیتا ہے جو حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم کی مخلصی کے لئے خدا تعالےٰ نے جاری کیا، نپولین کی سوانح میں لکھا ہے، کہ ایک دفعہ وہ بھی اپنے سرداروں سمیت سمندر کے اس حصّہ کے پاس سیر کر رہا تھا، جس حصّہ سے حضرت موسےٰ علیہ السلام پار نکلے تھے، اس کے دیکھتے دیکھتے ہی سمندر ایک طرف کو ہٹ گیا، اور وہ بہت دُور تک گھوڑوں پر سوار سمندر میں نکل گئے، اور پھر واپس آگئے، لیکن واپس آتے آتے پانی نے آدبایا، پھر بھی نپولین نے ہمت نہ ہاری اور وہ کسی نہ کسی طرح سے کنارے پر آگیا، اور کنارے پر آنے کے بعد اس نے کہا، کہ آج اگر مَیں فرعون کی طرح غرق ہو جاتا، تو عیسائی دنیا ہمیشہ کے لئے مجھ پر لعنت بھیجتی رہتی لیکن خدا کا شکر ہے، کہ مَیں صحیح وسلامت کنارے پر آنکلا ہوں۔ گویا سمندر کا خشک ہونا کوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَنہونی بات نہیں، لیکن ہر کہ ومہ کے لئے یہ بات نہیں ہوتی، جس کے لئے خدا پسند کرتا ہے، اسی کے لئے ہوتی ہے۔

پار نکلنے کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السّلام اپنی قوم کو ایک جگہ ٹھہرا کر چالیس دنوں تک کے لئے کوہِ طور کی خلوت میں چلے گئے، اور یہاں پر شریعت کے احکام نازل ہوئے (۵/۲) اسرائیلی لیڈروں نے جو آپ کے ساتھ تھے، مطالبہ کیا، کہ ان کو بھی خدا دکھایا جائے، اس پر سخت زلزلہ آیا، جس نے حضرت موسےٰؑ اور آپ کے ساتھیوں کے دلوں کو ہلا دیا (۱۴۳-۱۵۵/۷) اور وہ سب کے سب غشی کی حالت میں گر گئے، جب حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ہوش آیا، تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے لئے دعا کی، پھر ان کو بھی ہوش آگیا۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کو تورات کی کتاب دی گئی، اور اس کی وحی کی صورت یہ تھی، کہ خدا تعالےٰ آپ پر کلام نازل کرتا تھا، اور آپ اس کو کچھ اصلی الفاظ میں اور کچھ اس کے مفہوم کو یاد کر کے محفوظ کر لیتے تھے، جب آپ کوہِ طور سے واپس آئے، تو آپ نے دیکھا، کہ آپ کی غیر حاضری میں آپ کی قوم نے ایک بچھڑے کا بُت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی ہے، یہ کارستانی ایک شخص سامری نامی کی انگیخت پر ہوئی، (۸۶-۹۰/۲۰) حضرت ہارون جو پیچھے رہ گئے تھے، انہوں نے بھی بہت سمجھایا، لیکن وہ کچھ نہ سمجھے (۹۱/۲۰) حضرت موسےٰؑ آکر قوم پر بہت ناراض ہوئے، انہوں نے بچھڑے کا بُت جلوا دیا، اور اس کی راکھ کو سمندر میں پھنکوا دیا (۹۷/۲۰) پھر حضرت موسےٰؑ نے اپنی قوم سے گائے پرستی چھڑوانے کے لئے اور توحید کو اپنے عقیدہ اور عمل میں داخل کرنے کے لئے حکم دیا، کہ وہ ایک گائے ذبح کریں، اس پر آپ کی قوم نے بہت لیت ولعل کی، لیکن انجام کار وہ مان گئے (۶۷-۷۲/۲) اس کے بعد ایسا وقت بھی آیا، کہ آپ کی اپنی قوم اور اپنے ماننے والوں میں سے بعض نے جھوٹے اور مفتریانہ الزام آپ پر لگائے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن خدا نے آپ کو ان الزامات سے بَری کیا، پھر آپ نے اپنی قوم سے وادی مقدس کی طرف مارچ کرنے کو کہا، لیکن آپ کی قوم قربانیوں کی تاب نہ لاسکی، اور عین اس وقت جبکہ خدا کا وعدہ پورا ہونے والا تھا، اس نے آگے چلنے سے انکار کر دیا، اس پر چالیس سال تک آپ کی قوم سرگردان پھرتی رہی، اور اس پر خدا تعالےٰ نے آپ کو بتایا، کہ آئندہ وحی شریعت بنی اسرائیل میں نہیں رہے گی، بلکہ ان سے چھین کر ان کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل کو دیدی جائیگی، چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں بنی اسمٰعیل میں سے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد آپ فوت ہو گئے۔

(۴)

اب مَیں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقام اور ان کے امتیازات کو اختصار سے بیان کر دیتا ہوں، جو آپ کو تاریخ الادیان میں حاصل ہیں، اور مضمون کے اس حصہ کو مَیں حضرت امیر المؤمنین امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر "انقلاب حقیقی" سے بیان کرتا ہوں، اس تقریر میں حضور نے ایک غائر نظر تاریخ مذہب پر ڈالی ہے، اور خدا تعالےٰ کے اس قانون کا مفصل نقشہ پیش کیا ہے، کہ جب کوئی تعلیم اپنی ضرورت کو پورا کر چکتی ہے، تو اس کو قائم رکھنے کی خواہ لوگ ہزار کوشش کریں، وہ مٹا دی جاتی ہے، اور اس سے بہتر تعلیم اس کے بجائے قائم کر دی جاتی ہے، اور جب کسی اچھی اور مفید تعلیم کو لوگ خود بھلا دیتے ہیں، اور اس کی جگہ کوئی خود ساختہ تعلیم اور تمدن قائم کر لیتے ہیں، تو پھر وہ خود ساختہ تعلیم اور تمدن مٹا دیا جاتا ہے، اور اس کی جگہ وہی اصلی تعلیم اور تمدن جسے خدا تعالےٰ نے پسند کیا ہوتا ہے، دوبارہ قائم کر دیا جاتا ہے، تاریخ مذہب سے معلوم ہوتا ہے (اور غور کیا جائے، تو ساری تاریخ ہی تاریخ مذہب کے گرد چکر لگاتی ہوئی نظر آتی ہے) کہ دَور کے بعد دَور آیا، ہر دَور خدا تعالےٰ کے قانون کی ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا دوسری شق کی شامل تھا، اور سب دَور ملکر ایک زبردست روحانی نظام پیش کرتے ہیں، جس کی تکمیل آخر کار اسلام میں ہوئی، پہلا دور آدم کا تھا، جس میں ابتدائی تمدن انسانی کی بنیاد رکھی گئی، دوسرا دَور نوحؑ کا تھا، جس میں صحیح عقائد کو شریعت کی شکل دیکر سکھایا گیا، تیسرا دور ابراہیمؑ کا تھا، جس میں شرک کی باریک قسموں کا قلع قمع کیا گیا، اور انسان کو وجودِ باری کا فہم عطا کر کے انسانیت کی تکمیل کی گئی، چوتھا دَور موسوی تھا، اس دَور میں تین روحانی انقلاب آئے، اور یہ تینوں انقلاب حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شان اور مقام کو ابدالآباد تک قائم رکھنے کے لئے کافی ہیں، یہ تین انقلاب کیا ہیں؟ اول انقلاب یہ تھا، کہ الٰہی تعلیم میں صرف عقائد وعبادات ہی کو داخل نہ کیا گیا، بلکہ عقائد، عبادات، رُوحانیت، سیاست اور تمدن کی تفصیلات کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا، زمانہ حال میں بھی بعض لوگ اس پر چڑتے ہیں، اور چونکہ اسلامی تعلیم میں یہ انقلاب ایک کامل حد تک شامل کیا گیا ہے، اس لئے اسلامی تعلیم پر یہ لوگ اور بھی چڑتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ مذہب کو سیاست اور تمدن سے کیا واسطہ؟ حالانکہ وہ نہیں جانتے، کہ بڑے بڑے عاقل انسان سیاسی اور تمدّنی معاملات کو حل کرتے رہے، لیکن آج تک کوئی صحیح بنیاد ان کو نہ ملی، بحثوں کا خاتمہ ہی ہونے میں نہیں آتا، اور اختلاف در اختلاف ہوتا چلا جاتا ہے، پھر وہ چٹان کب نظر آسکے گی، جس پر بنی نوع انسان عافیت سے اپنے تمدّن و سیاست کی بنیاد رکھ سکیں گے، پس ضرورت تھی، کہ انسان کی رہنمائی تمدن اور سیاست کے بارے میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کر دی جاتی۔ دوسرے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ انسانی عقل زیادہ سے زیادہ قانون تجویز کر سکتی ہے، لیکن اس قانون پر لوگوں سے عمل کرانا انسانی عقل سے بالا ہے، اس کے لئے تو ایسے سامان چاہئیں، جن سے انسانوں کو اندر سے تحریک ہو، اور وہ کسی اعلیٰ قانون کو اعلیٰ سمجھ کر دل سے اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، اس کو "تزکیہ" کہا جاتا ہے، اور تزکیہ کا سامان انسانی عقل ہرگز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں کر سکتی، یہ سامان انبیاء کے اخلاقی اور روحانی نمونہ میں ہی مل سکتا ہے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بہت بڑا انقلاب یہ جاری کیا، کہ اپنی تعلیم میں عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ تمدن و سیاست کو بھی شامل کر دیا۔

دوسرا انقلاب حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ذریعہ یہ ہوا، کہ صفات الٰہیہ کی تفاصیل ظاہر کی گئیں، اور صفاتِ الٰہیہ بجائے خود ایک علم بن گئیں، حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں صفات الٰہیہ کی بعض باریکیاں ظاہر ہو چکی تھیں، مگر صفاتِ الٰہیہ کے باہمی تعلقات اور صفاتِ الٰہیہ کی وسعت کو دنیا نہ سمجھ سکتی تھی، نہ سمجھی، پس حضرت موسےٰ علیہ السلام کی تعلیم میں صفاتِ الٰہیہ کو ایک سائنس کی طرح بیان کیا گیا، اس انقلاب کی تکمیل بھی آگے جا کر اسلامی تعلیم یعنی قرآن شریف میں ہوگئی،

تیسرا انقلاب جو حضرت موسےٰؑ کے ذریعہ پیدا ہوا، وہ وحی الٰہی کے طریق کے متعلق ہے، پہلے جو وحی انبیاء کو ہوتی تھی، وہ زیادہ تر رؤیا و کشوف پر مشتمل ہوتی تھی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی میں بالمشافہ کلام زیادہ تھا، اسی لئے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ شریعت اور شریعت کی جزئیات کو محفوظ کرنے کے لئے ایسے ہی کلام کی ضرورت تھی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی سراسر کلام الٰہی نہ تھی، جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں، آپ کے وقت میں یہ ہوتا تھا، کہ خدا نے کلام نازل کیا، اور آپ نے اسے کچھ اصلی الفاظ میں اور کچھ اپنے الفاظ میں محفوظ کر لیا، گویا الفاظ سارے کے سارے محفوظ نہ سمجھے جا سکتے تھے، قرآن شریف کی وحی میں اس انقلاب کو بھی تکمیل تک پہنچا دیا گیا، کیونکہ قرآن شریف کا لفظ لفظ اللہ کا کلام ہے، اور اب تک اسی طرح محفوظ ہے جسطرح وہ نزول کے وقت تھا، فرمایا۔ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۲۹/۱۸) اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (۹/۱۵) اس کی طرف کتاب موسیٰؑ کی پیشگوئی کے ان الفاظ میں اشارہ تھا۔

"کہ میں اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا، اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ ان سے کہیگا" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیتون کی پہاڑی سے عرفات کے میدان تک

(از "سالم عربی" ایم۔ اے)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ حشر کے روز جب سب نبی اپنی اپنی امتوں کو لیکر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے، تو کئی نبی ایسے ہونگے، جن کے ساتھ ایک بھی ماننے والا نہ ہوگا، دنیوی و مادی معیاروں کے لحاظ سے ایسے انبیاء کے متعلق جو اپنی ساری زندگی میں ایک متنفس کو بھی اپنے مامور من اللہ ہونے کا یقین نہ دلا سکے، یہ کہا جا سکتا ہے، کہ وہ دنیا سے ناکام گئے، لیکن الٰہی اور آسمانی معیاروں کے مطابق کوئی نبی دنیا سے ناکام نہیں گیا، مامورین و مرسلین منصور من اللہ اور مؤید بتائیدات الٰہیہ ہوتے ہیں، اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید حاصل ہو، اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دنیا سے ناکام گیا، بہت بڑی جسارت اور کلام الٰہی کی تکذیب ہے۔ پس جس طرح کسی مامور کا ایک شخص کو بھی اپنے دعویٰ کی صداقت کا قائل کر لینا، اس کے مشن کی ناکامی کا صحیح اور یقینی معیار نہیں قرار دیا جا سکتا، اسی طرح ان لوگوں کی کثرت جو اپنے آپ کو کسی نبی یا رسول یا مصلح اور ریفارمر کی طرف منسوب کرتے اور اپنے آپ کو اس کا نام لیوا ظاہر کرتے ہیں، اس نبی یا رسول اور مصلح کی بہت بڑی کامیابی کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی نبی کے ماننے والوں کی محض کثرت ہی اس کی کامیابی کا معیار مقرر کر لیا جائے، تو ناصرہ کا فقیر منش مصلح جس کی ساری زندگی غم اور دکھ میں گذری، اور جو دشمنوں اور دوستوں، اور ماننے والوں اور انکار کرنے والوں دونوں کے ہاتھوں ستایا گیا، مذہبی دنیا کا سب سے کامیاب مصلح ہے، اس کے ماننے والے آج ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں، ریت کے ذرات کی طرح ان کا گننا مشکل ہے، سمندروں،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہاڑوں اور ہواؤں پر ان کی حکومت ہے، صحرا، میدان اور جنگل ان کے قبضہ میں ہیں، دولت، عزت، علم، طاقت اور رعب ان کے در کے غلام ہیں، قومیں ان کی تقلید کرنا فخر سمجھتی ہیں، جس چیز کو وہ اچھا کہیں، وہی اچھی سمجھی جاتی ہے، جس کو وہ ردّ کردیں، وہ ردّ کرنے کے قابل خیال کی جاتی ہے۔ تاریخ عالم میں یہ شوکت وسطوت، اور یہ عظمت و دولت کبھی کسی قوم کو حاصل نہیں ہوئی جہانبانی، جہاں رانی اور جہاں گیری کے جس مقام تک مسیحؑ ناصری کے ماننے والے پہونچے ہیں، اس مقام تک مسلمان اپنے انتہائی عروج کے وقت میں بھی نہ پہونچے تھے، اور قوموں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

لیکن جہاں مسیح کے ماننے والوں کی دینوی و مادی ترقی نسلِ آدم کا ایک بہت بڑا شاہکار ہے، خود مسیحؑ کی اپنی زندگی مذہبی دنیا کی سب سے بڑی ٹریجڈی (حُزنیہ) ہے۔ اگرچند منٹوں کے لئے روحانی معیاروں کو نظرانداز کردیا جائے، اور محض مورخانہ حیثیت سے ان کی زندگی پر نظر ڈالی جائے، تو حضرت مسیحؑ کی زندگی ان انبیاء سے بھی ناکام نظر آئے گی، جو اپنی ساری تبلیغی زندگی میں ایک شخص کو بھی اپنے مشن کی صداقت کا قائل نہ کرسکے۔

مسیحؑ کو ماننے والے اور انکار کرنے والے چار قسم کے لوگ ہیں، پہلی قسم میں وہ لوگ داخل ہیں، جو سرے سے ان کی ہستی ہی سے منکر ہیں۔ وہ اس بات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں، کہ کبھی کوئی ایسا شخص دنیا میں پیدا ہوا، جس کا ذکر عہدنامہ جدید میں ہے۔ وہ کہتے ہیں، کہ یہ ساری سرگزشت محض ایک افسانہ ہے، جس کو تاریخی طور پر ذرّہ برابر حیثیت بھی حاصل نہیں، یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں امریکہ اور یورپ میں پائے جاتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ منکرین مسیحؑ ہیں، جو آپ کو نعوذ باللہ ایک مکار، مفتری اور سراپا جھوٹا انسان یقین کرتے ہیں، اور آپ کی ولادت تک کو ناپاک خیال کرتے ہیں۔ یہ یہودی لوگ ہیں۔ تیسرے لوگ عیسائی ہیں، جو آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا یقین کرتے ہیں۔ اور چوتھی قسم میں مسلمان شامل ہیں، جو حضرت مسیحؑ کو ایک انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن خدا کا پیارا انسان اور مامور یقین کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگوں کو چھوڑ کر کہ حضرت مسیحؑ کے متعلق ان کا نقطۂ نظر علمی اور تاریخی لحاظ سے واضح طور پر ناقابلِ ثبوت اور ناقابلِ تسلیم ہے، مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں میں ان کی ولادت، حالاتِ زندگی اور موت کے متعلق اسقدر متضاد خیالات پائے جاتے ہیں کہ جب انسان خالی الذہن ہو کر ان خیالات پر غور کرتا ہے، تو حیران رہ جاتا ہے، کہ ایک تاریخی شخصیت کے متعلق خیالات میں اتنا تضاد اور تباین کس طرح سے ممکن ہے۔ خیالات میں اسی تضاد اور تباین کو دیکھکر پہلی قسم کے لوگوں نے سرے سے ہی اس بات کا انکار کر دیا ہے، کہ کوئی مسیحؑ نام کا انسان دنیا میں کبھی پیدا ہوا۔ وہ دلیل ہی یہ دیتے ہیں، کہ ایک شخص جو ایک لمبے عرصے تک دنیا میں رہا، جس کو بہت سے لوگوں نے مانا، اور جو اپنے وقت کی سب سے مہذب اور متمدن حکومت کے گورنر کے حکم سے صلیب دیا گیا، اس کی زندگی کے سارے واقعات کے متعلق اس کے ماننے اور انکار کرنے والوں کے خیالات میں اتنا فرق ہونا، جتنا مسیحی، مسلم اور یہودی خیالات میں ہے، ایک ناممکن بات ہے۔ اور پھر یہ کہ ان متمدن و مہذب رومی لوگوں کے اس وقت کے تاریخی حالات میں کسی ایسے شخص کا ذکر بھی موجود نہ ہو، جن صفات کے حامل شخص کا ذکر عہد نامہ جدید میں ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں، کہ ایک ایسے شخص کو تاریخی حیثیت دینا جس کی ساری زندگی پر شبہات کے پردے پڑے ہوئے ہیں، متحقق اور مسلّم الثبوت واقعات کی تاریخی حیثیت کو بھی مجروح و مشکوک کر دیتا ہے۔

یہ کس قدر حسرت انگیز بات ہے، کہ دنیا ابھی تک تاریخی شواہد اور دلائل کی بناء پر حضرت مسیحؑ کی پیدائش کی نوعیت پر بھی متفق نہیں ہو سکی، یہودیوں پر لعنت بھیجئے، کہ وہ خدا کے ایک مقدس اور برگزیدہ رسول کی ولادت کو ناپاک خیال کرتے ہیں۔ خود مسلمانوں اور عیسائیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں بھی تو آپ کی ولادت کے متعلق سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ عیسائی ایک طرف ان کو ابن اللہ کہتے ہیں، اور دوسری طرف یوسف نجار کا بیٹا۔ مسلمانوں کا سواد اعظم بے شک قرآنی تعلیم کے مطابق حضرت مسیحؑ کی ولادت کو ایک خارق عادت اعجاز تسلیم کرتا ہے، اور یہ خارق عادت ولادت بنی اسرائیل کے لئے ایک آخری تنبیہ تھی۔ اِس امر کے متعلق کہ اب نبوّت ہمیشہ کے لئے ان سے چھینی جانے والی ہے، کیونکہ اسرائیل کے سارے گھرانے میں ایک انسان بھی اب ایسا نہیں، جس کے نطفہ سے خدا کا مامور پیدا ہو سکے، لیکن یہ ایک عقیدہ کی بات ہے، اور ہمارا اسی بات پر ایمان ہے، کہ مسیحؑ بے باپ پیدا ہوئے، مگر اس سوال پر تاریخی لحاظ سے کبھی روشنی نہیں ڈالی گئی، اور ایک ایسے شخص کے لئے جو کسی بات کو ممکن الوقوع یا امر واقع تسلیم کرنے کے لئے صرف تاریخی شواہد اور قرائن کی شہادت ہی کو صحیح مانتا ہو، کسی انسان کی بے باپ ولادت کو محض اس لئے مان لینا کہ ایک قوم کی مذہبی کتاب اس کی ولادت کو ایسا ہی قرار دیتی ہے، ایک مشکل امر ہے، میری غرض اس امر کے بیان کرنے سے صرف یہ ظاہر کرنا ہے، کہ مسیح ناصریؑ کی زندگی کیسی حسرتناک زندگی تھی، کتنی بڑی ٹریجڈی تھی، کہ ان کی ولادت کی نوعیّت کے متعلق کوئی "دو" تو ہیں بھی تو متفق الخیال نہیں ہو سکیں۔

جس قدر تاریخی لحاظ سے حضرت مسیحؑ کی ولادت پر شکوک کے پردے پڑے ہوئے ہیں، اس سے بڑھکر ان کی زندگی شبہات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، عہد نامہ جدید سے ان کی زندگی کے صرف تین سالوں کے حالات ملتے ہیں، اور وہ بھی تاریخی لحاظ سے شکوک اور شبہات سے محفوظ نہیں ہیں، نہیں کہا جا سکتا، کہ جو کچھ متی، مرقس یا لوقا میں بیان ہوا ہے، (یوحنا کو کوئی تاریخی مقام حاصل نہیں) وہ تاریخی واقعات ہیں، یا عقیدت مند مریدوں کی بعد میں بنائی ہوئی مبالغہ آمیز تصویر۔ بہرحال جو کچھ بھی ان تین سالوں کے واقعات کے متعلق عہد نامہ جدید سے معلوم ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ چند تمثیلیں ہیں، چند معجزات، اپنے مریدوں کو چند نصائح، کچھ پیشگوئیاں، ایک وعظ جو پہاڑی وعظ کے نام سے مشہور ہے، اور گرفتاری اور پھانسی کے متعلق مختصر سا بیان۔ یہ کل کائنات ہے، اس شخص کی زندگی کی، جس کو عیسائی دنیا خدا، خدا کا بیٹا، اور معلوم نہیں کیا کیا کچھ کہتی اور سمجھتی ہے۔

نئی تاریخی تحقیقات نے یہ ثابت کیا ہے، کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے زندہ بچ نکلے تھے، اور فلسطین سے کشمیر کی طرف ہجرت کر آئے تھے، اور صلیب کے واقعہ کے ۸۷ برس بعد تک وہ کشمیر میں زندہ رہے، اور اپنا پیغام وہاں کے لوگوں کو پہونچاتے رہے۔ بعض مورخین اس طرف بھی گئے ہیں، کہ حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب کے بعد نہیں، بلکہ پہلے ہندوستان کی طرف آئے (کیونکہ ان کا ہندوستان اور کشمیر کی طرف آنا تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے) لیکن یہ بات صحیح نہیں، یہ امر اب قریبًا یقینی طور پر تاریخ سے ثابت ہے، کہ حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب کے بعد نہ پہلے کشمیر اور ہندوستان آئے، اور کشمیر میں قریبًا ۸۰ برس رہے، لیکن یہ کس قدر حسرت انگیز بات ہے، اور آپ کی زندگی کو کیسی ناکام زندگی ثابت کرتی ہے، کہ وہ ملک جہاں آپ نے اپنی قریبًا ساری عمر اور بہت لمبی عمر گذار دی، وہاں آپ کے مشن کا نشان تک بھی نہیں ملتا، سارے کشمیر میں ایک خاندان بھی تو نہیں، جو حضرت مسیحؑ کے وقت سے اب تک عیسائی چلا آتا ہو، یا تو حضرت مسیحؑ کی روحانی قوت کچھ غیر معمولی طور پر کمزور تھی، یا اسلام کی تعلیم میں کوئی اعجازی قوت پنہاں تھی، کہ حضرت مسیحؑ اور آپ کے حواریوں کی چھ سو سال کی کوششوں کے نتائج اسلام کے سیلاب کے سامنے ایک دم میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے، اور عیسائیت کا وادی کشمیر سے اس طرح سے نشان مٹ گیا، گویا یہاں کبھی کوئی عیسائی ہوا ہی نہ تھا، اور نہ مسیحؑ یہاں رہے تھے، اور نہ ان کے حواری۔

فلسطین میں آپ چند سال رہتے ہیں، صرف ۱۲ آدمی آپ کے دعویٰ پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ ایمان ایسا کمزور ہے، کہ پہلی ہی آزمائش کے وقت ان کا سب سے پیارا اور معتمد مرید اُن پر لعنت بھیجکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہا جاسکتا ہے، کہ وہ دن دور نہیں، جبکہ دُنیا اسلام کے بیان کردہ اصولِ اتحاد بین الاقوام کی طرف آنے پر مجبور ہوگی، اور صرف اسلامی تعلیمات ہی دُنیا میں قیامِ امن کی ضامن سمجھی جائینگی۔

جس طرح آج یورپ کی مختلف قوموں میں خطرناک قومی رقابتیں پائی جاتی ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت کے وقت عرب کا بھی یہی حال تھا، اور یہ ایک آزمایا ہوُا نسخہ ہے، کہ اسلام کی تعلیم سے عربوں کے فسادمٹ گئے، آج بھی ہمارا یہ یقین ہے، کہ یورپ بلکہ تمام دُنیا میں اگر امن قائم ہوسکتا ہے، تو اسلام کے بتائے ہوئے اصول کو ماننے ہی سے ہوسکتا ہے، پس ان اصول کی تبلیغ و اشاعت دنیا میں امن و امان کے قیام کے لئے ازبس ضروری ہے۔

جماعت احمدیہ نے امسال اپنی مجلس مشاورت میں بمنظوری سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یہ فیصلہ کیا ہے، کہ سال میں ایک مرتبہ اسلام کی اس بے نظیر رواداری کی تعلیم کی اشاعتِ عامہ کے لئے کہ دُنیا کی ہر قوم میں خدا تعالےٰ نے ہادی اور رہنما بھیجے ہیں، "یوم پیشوایانِ مذاہب" منایا جائے، جس میں تمام مذاہب کے ہادیوں اور رہنماؤں کے پاکیزہ حالاتِ زندگی بیان کئے جائیں، اس غرض کے لئے نظارت دعوۃ وتبلیغ سلسلہ احمدیہ نے سالِ رواں میں ۳؍ دسمبر کا دن مقرر کیا ہے، اس روز جماعت احمدیہ کے زیرِ اہتمام ہر جگہ جلسے منعقد کئے جائینگے، جن میں بلالحاظ مذہب وملت تمام لوگوں کو دعوت دی جائے گی، کہ وہ سب مذاہب کے رہنماؤں اور ہادیوں کو خراجِ عقیدت ادا کریں۔ اس مبارک تقریب میں حصہ لینے کے لئے ہم رسالہ "ریویو" کا یہ خاص نمبر شائع کررہے ہیں، یہ حقیر ہدیۂ عقیدت ہے، جو اس موقعہ پر پیش کیا گیا ہے، خدا کرے، اسے قبولیت حاصل ہو۔

یہاں یہ ذکر کردینا ضروری ہے، کہ سیدنا حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت جماعت احمدیہ گذشتہ بارہ سال سے سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سالانہ جلسے پورے اہتمام اور شان سے منعقد کرنے کا انتظام کررہی ہے، جن میں صرف آنحضور علیہ السلام کی زندگی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کے متعلق بے خبری اور بے تعلقی کا اظہار کرتا ہے، اور دوسرا چند روپے لیکر ان کو پکڑوا دیتا ہے، فلسطین میں آپ کی تبلیغی کوششوں کے یہ نتائج اور کشمیر میں ۸۰ سالہ جد وجہد کا یہ حال کہ آج یہ امر خود مشتبہ ہو گیا ہے، کہ آپ کبھی یہاں آئے بھی تھے یا نہیں۔ اس سے بڑھکر بھی کسی مشن کی ناکامی تصوّر میں آسکتی ہے؟

یہ تو حضرت مسیحؑ کی ولادت اور تبلیغی کوششوں کی کیفیت ہے، آپ کی موت ایسے حالات میں ہوئی، اور اس بے خبری اور گمنامی میں ہوئی، کہ نہ آپ کے ماننے والے اور نہ انکار کرنے والے آج تک قطعی طور پر تاریخی شواہد کے رو سے فیصلہ کر سکے ہیں، کہ آپ کی وفات کہاں ہوئی اور کس طرح سے ہوئی، عیسائی کہتے ہیں، کہ آپ فلسطین میں یروشلم کے باہر صلیب پر لٹکائے گئے، اور وہاں ہی آپ نے جان دیدی، لیکن یہ نہیں بتلاتے، کہ اگر مسیحؑ فلسطین میں مارے گئے، تو وہ دفن کہاں ہوئے؟ جلائے تو وہ گئے نہ تھے، آسمان پر جانے کی کہانی کو تو صرف عوام کالانعام ہی مان سکتے ہیں، پڑھے لکھے اور سمجھدار عیسائی تو یہ خیال بھی نہیں کر سکتے، کہ وہ جسم جو یروشلم میں صلیب دیا گیا، آسمان پر چلا گیا، نہ آسمان کوئی ایسی چیز ہے، جہاں زمین سے لوگ جا کر رہتے ہوں، اور نہ اللہ تعالےٰ کا کوئی معین اور محدود مقام ہے، جہاں حضرت مسیحؑ اس کے پاس چلے گئے ہوں، روح کا روحانی رفع تو سمجھ میں آسکتا ہے، لیکن جسم خاکی کا آسمان پر چلا جانا، یہ گتھی سلجھنے میں نہیں آتی پس یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، کہ آسمان پر آپ کا صلیب پر دیا ہوا جسم گیا نہیں، فلسطین میں کہیں ان کی قبر کا کوئی نشان نہیں، جلائے وہ نہ گئے تھے، آخر ان کی نعش گئی کہاں؟ یہودی بھی کہتے ہیں، کہ وہ صلیب پر مارے گئے، اور اسی لئے وہ توریت کے مطابق لعنتی ٹھہرے (نعوذ باللہ) لیکن وہ بھی یہ نہیں بتاتے، کہ مرنے کے بعد ان کی لاش کے ساتھ کیا سلوک ہوا، فلسطین میں باقی ان کے سب نشانات موجود ہیں، جہاں انہیں پھانسی پر لٹکایا گیا، وہ جگہ موجود، جہاں رو رو کر انہوں نے آخری دعا کی، اس کا نشان موجود،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ پہاڑی موجود جہاں انہوں نے وعظ کیا، اس جگہ کے نشانات موجود جہاں ان پر مقدمہ چلایا گیا، لیکن نہیں نشان ملتا، تو اس بات کا نہیں ملتا، کہ موت کے بعد وہ دفن کہاں ہوئے؟ مسلمانوں کے جہلاء بھی یہ کہتے ہیں، کہ وہ اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر چلے گئے، اور خدا تعالےٰ کے پاس آسمان پر بیٹھے ہیں، تاریخی لحاظ سے یہ عقیدہ قطعی لغو اور بیہودہ ہے، اور اب تو اس کی لغویت کو خود مسلمانوں کے مولوی اور جہلاء تک مان چکے ہیں،

جیسا کہ میں اُوپر بیان کر چکا ہوں، جدید تاریخی معلومات کے رُو سے حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب کے بعد ہجرت کر کے کشمیر آ گئے، اور یہاں ہی بقیہ زندگی انہوں نے گذاری، اور آخر یہاں ہی فوت ہوئے، اور سری نگر کے محلہ خانیار میں ان کی قبر ہے، اور جو کتبہ آج بھی ان کی قبر کے اُوپر آویزاں ہے خود اس کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ یہ حضرت مسیحؑ کی قبر ہے، خود انجیل سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے، کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرے نہ تھے۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے زندہ اتارے گئے، اور ایک قبر نما کمرہ میں رکھے گئے، جہاں اپنے زخموں کے اچھا ہونے تک وہ اپنے معتمد مریدوں کے ساتھ رہے، اور جب سفر کے قابل ہو گئے، تو کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے، جہاں بنی اسرائیل کے ۱۲ قبیلوں میں سے ۱۰ قبیلے رہتے تھے، اور صرف دو قبیلے فلسطین میں رہتے تھے۔

اس مضمون کا موضوع وفات مسیحؑ نہیں ہے، ورنہ میں تفصیلاً بائیبل سے یہ ثابت کرتا، کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے زندہ اترے، جب یہ مان لیا جائے، کہ وہ صلیب پر مرے نہ تھے، تو ان کی بقیہ زندگی کا حال معلوم کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اور تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے، کہ آپؑ واقعہ صلیب کے بعد ہجرت کر کے کشمیر آ گئے تھے، اور یہیں آپ نے وفات پائی، آپ کی وفات کے متعلق آپ کے ماننے والوں اور منکرین میں اس قدر اختلاف کا ہونا، اور اس وقت کی رومی تاریخ میں حضرت مسیحؑ کی گرفتاری اور سزا کے ذکر تک کا نہ ہونا اس بات کو ضرور ثابت کرتا ہے، کہ حضرت مسیحؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے ایک بے حیثیت اور گمنام زندگی بسر کی۔ بہرحال آپ کی ساری زندگی ولادت سے وفات تک ایک چیستان اور معمہ بنی رہی ہے۔

یہ تو حضرت مسیحؑ کی زندگی کے حالات ہیں، زندگی میں (کم از کم معلوم فلسطینی زندگی میں) آپ نے اپنے مخالفین سے سخت دکھ اٹھائے، لیکن جو حقیقی اور دائمی نقصان آپ کی زندگی کے بعد آپ کے ماننے والوں نے آپ کو پہونچایا، اس کے مقابلہ میں خود صلیب کا واقعہ بے حیثیت ہوجاتا ہے، یہ معلوم بات ہے، کہ حضرت مسیحؑ کے حواری بے حیثیت اور نسبتًا کم علم لوگ تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ایک شخص پولوس نام نے عیسائیت کو قبول کیا، بعض اقوال کے مطابق حضرت مسیحؑ کی زندگی میں یہ شخص عیسائی ہوچکا تھا، لیکن خواہ وہ حضرت مسیحؑ کی زندگی میں عیسائی ہوا ہو، یا بعد میں، یہ امر واقعہ ہے، کہ وہ حضرت مسیحؑ سے ملا نہیں، یہ ایک عالم شخص تھا، اور اپنے وقت کے مروجہ علوم سے خوب واقف تھا، اس وقت بحیرہ روم کے ارد گرد کے ممالک میں عیسائیت کے موجودہ تثلیثی عقیدہ سے ملتے جلتے کچھ خیالات پائے جاتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کے پہلے حواریوں کی کم علمی سے فائدہ اٹھا کر اس نے ان خیالات کو مسیحی تعلیم میں جاری کردیا۔ چونکہ صاحب علم شخص تھا، پطرس اور مسیحؑ کے دیگر حواریوں کی اس کے مقابلہ میں کچھ پیش نہ گئی، اور حضرت مسیحؑ کا مذہب بگڑ کر موجودہ تثلیثی مذہب بن گیا، جو خالصًا پولوس کی ایجاد ہے، اس سے بڑھکر کسی شخص کی زندگی کیا حسرت و یاس انگیز ہوسکتی ہے، کہ جب تک وہ زندہ رہا، اپنے دشمنوں سے تکلیفیں اٹھاتا رہا، جب اس دنیا سے چلا گیا، تو اس کے ماننے والوں نے اس کی تعلیم کو بالکل بگاڑ دیا، اگر حضرت مسیحؑ کو اختیار دیا جاتا، تو وہ ہزار صلیبی موت قبول کرتے، اس روحانی موت کے مقابلہ میں، جو پولوس کے پھیلائے ہوئے تثلیثی عقیدہ کے نتیجہ میں ان کی قوم پر وارد ہوئی، اور جس موت سے زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالے نے ایک اور مسیح کو بھیجا ہے، جو پہلے مسیحؑ سے اپنی تمام شان میں بڑھکر ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیحؑ کے مقابلے میں ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک تاریخی انسان ہیں، آپ کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے مکمل اور صحیح حالات ہم تک پہونچے ہیں، بلکہ حق تو یہ ہے، کہ آجتک کسی زندہ یا مُردہ انسان کے حالات اس تفصیل اور صحت کے ساتھ محفوظ نہیں ہیں، جتنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے، یہاں تک کہ گھر کے پرائیویٹ اور اپنی بیویوں سے تعلقات تک کے حالات محفوظ ہیں، کہاں حضرت مسیحؑ کہ جن کی ولادت کے حالات مشتبہ، جن کی زندگی کے حالات غیر معروف، جن کی وفات کے واقعات مشکوک، اور کہاں پاکوں کا سردار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کہ اُن کی ساری زندگی کی ایک ایک ساعت کا پورا نقشہ ہمارے پاس موجود ہے۔

برخلاف مسیحؑ کے بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک تاریخی ہستی ہیں، اور آپ کے افعال واقوال ایسے یقینی طور پر محفوظ ہیں، کہ مکمل تاریخ عالم کسی ایسے شخص کو پیش کرنے سے عاجز ہے، جس کی زندگی کے کوائف اور حالات ایسے محفوظ رہے ہوں۔ آپ کی تعلیم اور آپ کی سُنّت کامل طور پر ایسی ہی ہم تک پہونچی ہیں، جیسی ان لوگوں کو ملی تھیں، جن میں آپ پیدا ہوئے، اور اپنے مشن کی تبلیغ فرماتے رہے، پہلی صدی ہجری اور چودھویں صدی ہجری کے مسلمان میں صرف یہ فرق ہے، کہ پہلی صدی ہجری کے مسلمان اس ماہِ منوّر کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے، اور اب حضور اپنے جسمِ خاکی کے ساتھ دنیا میں موجود نہیں ہیں، ورنہ آپؐ کی مکمل شریعت قرآن، آپؐ کی سُنّت، اور آپ کے اقوال جس شکل میں قرنِ اوّل کے مسلمانوں کے سامنے تھے، بعینہٖ اسی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں، اور قیامت تک انشاء اللہ یہ چیزیں اسی طرح محفوظ چلی جائینگی، دوسرے کسی مذہب کے بانی یا مصلح کو یہ بات حاصل نہیں، صرف یہی بات اس امر کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے، کہ دوسرے مصلحین اور انبیاء کی شریعتیں مختص الزمان اور مختص المکان تھیں، اس لئے مرورِ زمانہ کے اثر سے وہ محفوظ نہ رہ سکیں، لیکن بانیٔ اسلام علیہ السلام کا اسوہ اور آپ کی شریعت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہر قوم اور ہر وقت کے لئے تھی، اس لئے وہ دنیا میں آجتک محفوظ ہیں، اور زمانہ کا کوئی تغیر اور کوئی گردش ان کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

ان قیمتی جواہر ریزوں کے ہم تک محفوظ پہونچنے کے لئے ضروری تھا، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فداکاروں کی ایک ایسی جماعت ملتی، جن کی فدائیت اور وفاداری کی مثال بھی کسی اور قوم میں نہ پائی جاتی، یہ ایک ٹھوس اور سچی تاریخی حقیقت ہے، کہ جیسی خالص اور بے غرض محبت نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں نے آپ سے کی، کبھی کسی عاشق نے ویسی محبت اپنے معشوق سے نہیں کی، ان کی محبت کا یہ عالم تھا، کہ جہاں اتفاق سے رسول اللہؐ کو ٹھوکر لگی وہ خود ٹھوکر کھاتے تھے، مسیحؑ کے پطرس نے آپ پر لعنت بھیجکر آپ سے اپنی بے تعلقی کا ثبوت پیش کرکے اپنی جان بچائی، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی بیوی اور بچے آپ پر قربان کرکے خوش ہوتے تھے، کہ ہم اپنی مراد کو پا گئے۔ اس آسمانی شمع کو جس نے دنیا کو قیامت تک منور کرنا تھا، ایسے ہی پروانوں کی ضرورت تھی، ورنہ قرآن اور سنتِ رسولؐ اور احادیثِ رسولؐ ہم تک کس طرح پہونچ سکتے تھے، انہوں نے قرآن اور احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھکر ہم تک پہنچایا، اور آپ کی سنت پر اس وفاداری سے عمل کیا، کہ وہ اپنی صحیح شکل میں ہم تک پہونچی، حضرت مسیحؑ کی ساری تبلیغ اور تعلیم کا نچوڑ ایک "پہاڑی وعظ" ہے۔ جو غیر محفوظ شکل میں ہم تک پہونچا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف بانیٔ اسلامؐ کے سینکڑوں مواعظ اور نصائح اکثر حالتوں میں لفظاً لفظاً ہم تک محفوظ پہنچے ہیں، عیسائی دُنیا کو "پہاڑی وعظ" پر بڑا ناز ہے یہی کچھ ہے، جو عیسائیت کے پاس ہے، یہی عیسائیت کا قرآن ہے، یہی اس کی بخاری اور مسلم ہے، قرآن کریم تو خیر کلامِ الٰہی ہے، "پہاڑی وعظ" کو اس سے کیا نسبت، اور بخاری اور مسلم بھی روحانی علوم کے خزانوں سے بھرپور ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں ہزاروں وعظوں میں سے کسی ایک وعظ کا مقابلہ بھی یہ "پہاڑی وعظ" نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرسکتا۔ حضور مختصر گو تھے، لیکن کلام الٰہی کی طرح حضور کے کلام کے کئی کئی بطن ہوتے تھے، آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے، اور آپؐ کا ایک ایک فقرہ جامع و مانع مضامین کا حامل ہوتا تھا، بے شک حضرت مسیحؑ کا طرز کلام بھی ایک دلکشی اپنے اندر رکھتا تھا، لیکن جو جذب، جو مقناطیسی قوت اور جو روحانی علوم کے خزانے حضور علیہ السلام کا کلام اپنے اندر رکھتا تھا، وہ بات حضرت مسیحؑ کے کلام کو کہاں نصیب! "پہاڑی وعظ" جیسا کہ اُوپر عرض کیا جاچکا ہے حضرت مسیحؑ کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، گو اس کی تاریخی حیثیت تو اس بات ہی سے ظاہر ہے، کہ اس وعظ کا مرقس کی انجیل میں کہیں ذکر نہیں، جو تاریخی لحاظ سے اناجیل اربعہ میں سے سب سے زیادہ معتبر و مستند مانی گئی ہے۔ اس وعظ میں حضرت مسیحؑ چند اخلاقی امور یعنی رحمدلی، راستبازی، پاک دلی وغیرہ کی تعریف فرمانے کے بعد چند شرعی احکام بیان فرماتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ تم سن چکے ہو، کہ اگلوں سے کہا گیا تھا، کہ خون نہ کر، اور جو کوئی خون کریگا، وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا، لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں، کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہوگا، وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا،

۲۔ تم سُن چکے ہو، کہ کہا گیا تھا، کہ زنا نہ کر، لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں، کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ ڈالی، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کرچکا۔

۳۔ تم سُن چکے ہو، کہ اگلوں سے کہا گیا تھا، کہ جھوٹی قسم نہ کھا۔ . . . . . لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں، کہ بالکل قسم نہ کھانا۔ الخ

۴۔ تم سُن چکے ہو، کہ کہا گیا تھا، کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہوں، کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کُرتا لینا چاہے، تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے، اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے، اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے، اور جو تجھ سے قرض چاہے، اس سے مُنہ نہ موڑ۔

۵۔ تم سُن چکے ہو، کہ کہا گیا تھا، اپنے پڑوسی سے محبت رکھ، اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہوں، کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو، اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ الخ

اس کے بعد راستبازی، دُعا، خیرات، ریاکاری، روزہ، دوسروں پر الزام لگانے اور خدا پر بھروسہ رکھنے کے بارہ میں نصائح ہیں، اور "پہاڑی وعظ" ختم ہوتا ہے اور ساتھ ہی شریعت غرّائے عیسوی بھی۔

اب کوئی مذہب ... یہ تعلیم نہیں دیتا، کہ انسان راستباز نہ ہو، پاک دل نہ ہو، سنگدل ہو، خون کرتا پھرے، یا لوگوں پر بے وجہ ناراض ہو جائے، غیر عورتوں کو بدنظری سے دیکھے، بے وجہ اور بلاضرورت بے وقار انسان کی طرح قسمیں کھائے، شرارت کا ہر حالت میں مقابلہ کرے، اور دشمن کو انتقام لئے بغیر نہ چھوڑے اور اس سے عداوت رکھے۔

یہ پہاڑی وعظ جس پر عیسائیت کو اتنا ناز ہے، اور جس کو اس کے منادگلی کوچوں میں فخر سے بیان کرتے پھرتے ہیں، ایک معمولی اخلاقی وعظ ہے، جو ہر مصلح وقتاً فوقتاً اپنے عقیدت کیشوں کو کرتا ہے۔ اور بعض حصّے تو اس وعظ کے ایسے ہیں، کہ مخصوص حالات میں تو ان پر عمل کیا جا سکتا ہے، اور وہ عمل اچھے نتائج بھی پیدا کر سکتا ہے، لیکن اگر ان پر غیر مشروط طور پر ماحول کا جائزہ لئے بغیر ہر صورت اور ہر حالت میں عمل کیا جائے، تو بجائے کسی فائدہ کے بہت بڑا اخلاقی اور روحانی فساد پیدا ہو سکتا ہے، اس ساری تعلیم کا خلاصہ یہ ہے، کہ دشمنوں سے محبت کرو، اور سختی کا جواب نرمی سے دو، یہ اچھی باتیں ہیں، لیکن یہ بھی تو بتایا جاتا، کہ ایک حالت میں کسی انسان کا دوسرے کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک قسم کا سلوک کرنا محبت کہلاتا ہے، اور دوسرے وقت میں اسی قسم کا سلوک کرنا اس سے بدترین قسم کی دشمنی ہوتا ہے، بہت ممکن ہے، کہ ایک انسان اسی تعلیم کے ماتحت اپنے ایک ڈاکو اور چور دشمن کو اپنے گھر میں پناہ دے کر اس کو قانون کی گرفت سے محفوظ کر کے اس سے محبت کر رہا ہو، اور حقیقت میں وہ اس کے اخلاق اور روحانیت کو برباد کر رہا ہو، اور سوسائٹی کے امن کو برباد کر کے نہ صرف محبت کی بجائے اس دشمن سے دشمنی کر رہا ہو، بلکہ انسانی سوسائٹی کے ساتھ بھی صریح عداوت کر رہا ہو۔ یہ تو ایک لمبا مضمون ہے، جس کے بیان کا یہاں نہ موقعہ ہے، اور نہ گنجائش لیکن یہ صحیح بات ہے، کہ یہ "پہاڑی وعظ" اپنے اندر کوئی ایسی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتا، جس پر فخر کیا جائے، اسلام نے کس خوبصورتی سے ایک ہی فقرہ میں انسانی اعمال کے حُسن و قبح کے فلسفہ کو بیان فرما دیا ہے، قرآن کریم فرماتا ہے، کہ انسان کا کوئی فعل اپنی ذات میں اچھا یا بُرا نہیں، ہر فعل کسی طبعی تقاضے کا نتیجہ ہے، اور طبعی تقاضوں کے جائز استعمال کا نام فعلِ حسن، اور ناجائز استعمال کا نام گناہ ہے۔

اس فلسفہ کے پیش نظر انسان کے اعمال مختلف حالات میں مختلف شکل اختیار کرتے جائینگے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ اعمال کی شکل بدلتی چلی جائیگی۔ جب تک انسان اس فلسفہ کو نہ سمجھ لے اور اپنے اعمال میں اس کو مدنظر نہ رکھے اس کے اعمال جانوروں کے طرح طبعی جذبات اور تقاضوں کا نتیجہ ہیں، اور ان کو اچھا یا بُرا کہنا ہی غلطی ہے، یہ پہاڑی وعظ حضرت مسیح کا .... Testament یعنی وصیت نامہ ہے، اس کے مقابلہ میں مَیں یہاں صرف رسول اکرمؐ کے اس وعظ کا خلاصہ نقل کرتا ہوں، جو آپ نے عرفات کے میدان میں حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ مریدانِ باصفا کے سامنے فرمایا۔ از انجملہ اور باتوں کے حضور نے فرمایا:۔

۱۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے۔ تم سب آدمؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

۲۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اپنے غلاموں کو وہی خوراک دو، جو تم خود کھاتے ہو، اور وہی لباس دو، جو تم خود پہنتے ہو،

۳۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں، عورتوں کے حقوق بھی تم پر ہیں۔

۴۔ جاہلیت کے سارے سُود منسوخ ہیں، اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس کا سُود منسوخ کرتا ہوں۔

کہنے کو تو یہ تین چار فقرے ہیں، لیکن انہی تین چار فقروں میں موجودہ زمانہ بلکہ ہر زمانہ کے سیاسی۔ سوشل اور اقتصادی مفاسد کا آپ نے علاج بیان فرما دیا ہے۔

دنیا کے امن کو جس قدر اس فاسد خیال نے برباد کیا ہے۔ کہ ایک قوم سمجھتی ہے کہ میرا تمدن اور میرا کلچر اور میری تہذیب میری ہمسایہ قوم کے تمدن اور تہذیب سے بہتر ہے، اور کسی چیز نے اتنا نہیں کیا۔ دنیا میں جتنی جنگیں ہوئی ہیں، اور جتنی کوششیں ایک قوم نے دوسری قوم کو مغلوب و مفتوح بنانے میں خرچ کیں، ان سب کے پیچھے یہی خیال کارفرما تھا، کہ حملہ آور قوم اپنے آپ کو اس قوم سے جس پر وُہ حملہ کرتی تھی، نسل، رنگ، قومیت، تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے افضل سمجھتی تھی اور اس بات میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی تھی کہ ایک کم درجہ کے تمدن اور تہذیب کو برباد کر کے اس کی جگہ اپنے بہتر کلچر کو قائم کرے۔ بابلی، یونانی، ایرانی اور رومی قوموں نے اپنے اپنے وقت میں اسی خیال کے ماتحت دوسری قوموں کو زیر کیا، انیسویں اور بیسویں صدی میں مغربی اقوام نے بھی اسی بہانہ سے سارے ایشیا اور افریقہ کی گردن میں زبردستی غلامی کا جُوا ڈالا، اور خدا کی مخلوق کو سفید، سیاہ، زرد اور بھورے میں تقسیم کر کے اپنے حق میں دنیا کی حکومت کی دائمی اجارہ داری اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

افریقی اور ایشیائی قوموں کے حق میں ابدالآباد کی غلامی کا پٹہ لکھ دیا۔ گذشتہ دس سالوں میں جاپان نے منچوریا پر اسی بہانہ سے حملہ کیا، اور اب وہ چین کو اسی بہانہ سے ہضم کر رہا ہے۔ حبشہ میں اٹلی حبشی لوگوں کو تعلیم دینے اور مہذب بنانے کی خاطر داخل ہوا ہے، اور گذشتہ سال ہٹلر نے زبردستی چیکوسلواکیا پر قبضہ کرنے کی یہی دلیل دی تھی، کہ یورپ وسطیٰ اور خود چیکوسلواکیا کی بھی اسی میں بہتری ہے، کہ ایک بہتر قوم ایک افضل کلچر کو ایک کمتر کلچر کی جگہ قائم کرے۔ گذشتہ صدی میں تو مغربی اقوام ایشیائی اور افریقی ممالک پر اپنے ظالمانہ اور غاصبانہ قبضہ کو نہایت مشفقانہ انداز میں "سفید قوموں کے کندھوں پر بوجھ" کے نام سے یاد کرتی تھیں، اس قزاقانہ ملکی مار دھاڑ کا نام انہوں نے *White man's burden* رکھا ہوا تھا، یعنی یورپ نے ایشیاء اور افریقہ پر قبضہ جمایا ہوا ہے، یہ تو بیچاری یورپین اقوام کے کندھوں پر ایک بے فائدہ بوجھ ہے، مغربی اقوام تو ایشیاء اور افریقہ میں اپنے کسی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ ایشیائی اور افریقی غیر متمدن لوگوں کو تہذیب سکھانے گئی ہیں۔ یہ اس تہذیب سکھانے کا ہی نتیجہ تھا، کہ مغربی اقوام کو "زرد خطرہ" اور "سیاہ خطرہ" نظر آنے لگا۔ اور ان قوموں میں اپنے خلاف ایک بے پناہ طوفانِ مخالفت اٹھتا ہوا نظر آیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ کا سدباب اپنے آخری وعظ میں کیا، اور فرمایا نسل، رنگ اور قومیت کے امتیازات آج سے مٹائے جاتے ہیں، کسی قوم کو ان وجوہات کی بناء پر دوسری قوم پر کوئی فضیلت نہ ہوگی، آج سے عرب اور عجم کا جھگڑا ختم کیا جاتا ہے، کالے گورے اور بھورے کا سوال مٹایا جاتا ہے، اب دنیا میں ایک ہی قوم ہوگی اور وہ بنی نوع انسان ہے، تمام قومی تفاخر، تمام قومی خدا اور دیوتے، قومی رسول اور مصلح، قومی شریعتیں، قومی قبلے سب دنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیئے جائینگے، اب دُنیا کا ایک خدا، ایک رسول، ایک شریعت اور ایک قبلہ ہوگا، کس خوبصورتی سے آپؐ نے ایک ہی فقرہ میں ایک ایسی بیماری کو دنیا سے دور کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اور اس موقعہ پر بکثرت لٹریچر بھی شائع کیا جاتا ہے، اس لئے زیر اشاعت نمبر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر کوئی خاص علیحدہ مضمون شائع نہیں کیا گیا، کیونکہ اس کے لئے پہلے سے الگ موقعہ مقرر ہے، ہمارا ارادہ ہے، اگر حالات نے مساعدت کی، تو آئندہ سال "سیرت النبیؐ" کے جلسوں کی تقریب پر بھی رسالہ ہذا کا ایک خاص نمبر شائع کرینگے، انشاء اللہ وھو الموفق۔

بالآخر ان تمام احباب اور بزرگوں کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے، جنھوں نے اس نمبر کی تیاری میں باوجود اپنی مصروفیات کے قلمی اعانت فرمائی۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر دے حقیقت یہ ہے، کہ اگر ان کی طرف سے دست تعاون نہ بڑھایا جاتا، تو اس نمبر کا شائع ہونا ناممکن تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو قوموں اور نسلوں کو نسل کی طرح کھا رہی تھی، آپ کے ماننے والوں میں کم از کم کبھی قوموں کی تفریق رنگ، نسل اور قومیت کی بناء پر نہیں ہوئی، وہ عرب جو دوسری تمام قوموں کو عجم یعنی گونگے سمجھتے تھے، جہاں کہیں بھی گئے دوسری قوموں کو انہوں نے اپنا بھائی سمجھا، اور ان سے بھائیوں جیسا سلوک کیا۔ یہ دنیا کی سب سے مہلک اور خطرناک سیاسی بیماری تھی، جس کا علاج آپ نے ایک مختصر سے فقرہ میں بیان فرمایا۔

دوسری سوشل بیماری جو اپنے اثرات کے لحاظ سے پہلی بیماری سے کم خطرناک نہ تھی یہ تھی کہ بنی نوع انسان کا ایک حصہ یعنی عورت بے رُوح اور بے جان سمجھی جاتی تھی، اس سے بہائم کا سا سلوک ہوتا تھا۔ یونان، ایران، روم اور ہندوستان وغیرہ ممالک میں اس سے ایک جیسا سلوک کیا جاتا تھا، اس کو چتاؤں میں اپنے مردہ خاوند کے ساتھ جلایا جاتا تھا، وہ زندہ گاڑی جاتی تھی، وہ مذہبی عبادات میں حصہ نہ لے سکتی تھی، ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہے بیک وقت شادی کر سکتا تھا، اور جب چاہتا ان کو طلاق دے سکتا تھا، وہ ورثہ میں تقسیم ہوتی تھی، وہ بازار میں جانوروں کی طرح خریدی اور بیچی جاتی تھی، وہ میراث سے محروم رکھی جاتی تھی، غرضیکہ تمام قوموں اور تمام مذاہب نے عورت کو ایک نہایت ذلیل حیثیت دے رکھی تھی، وہ محض مرد کی دل لگی اور عیش کا ایک سامان تھی، اس سے زیادہ کچھ نہ تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو اور اُن کے ذریعہ آنے والی نسلوں کو یہ ارشاد فرمایا، کہ عورت مرد کی دل لگی کے لئے ہی پیدا نہیں کی گئی، وہ محض اس کے عیش کا سامان ہی نہیں، وہ انسانیت کا ایک پورا نصف ہے، دوسرا نصف مرد ہے، عورت مرد کے بغیر اور مرد عورت کے بغیر نامکمل اور ناقص وجود ہے، عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد پر ایسے ہی حقوق عطا فرمائے ہیں، جیسے مرد کو عورت پر۔ بے شک بہت سے مرد کامل ہوئے ہیں، لیکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کامل انسانیت کامل مرد اور کامل عورت کے مجموعہ سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ آج کی عورت کو تمام وہ حقوق حاصل ہونگے، جو بحیثیت انسان مرد کو حاصل ہیں، بے شک عورت اور مرد کے حقوق کی نوعیت اور تفصیل میں فرق ہوگا، لیکن وہ نوعیت اور تفصیل خدا کی مقرر کردہ ہوگی، مرد کو ان حقوق کے کم کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ آج جو نسوانی بغاوت مغرب میں رونما ہے، اور عورت زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کا مقابلہ کرنے پر تُلی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہی ہے، کہ اس کو اس کے جائز حقوق سے ہزاروں سال محروم رکھا گیا۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں، کہ مغرب کے اتنے دعویٰ تہذیب کے باوجود اور عورتوں کے اپنے حقوق کے حصول کے لئے ایجی ٹیشن کے باوجود "مہذب" اور "متمدن" مغرب کے کسی ملک نے آج بھی عورت کو وہ حقوق نہیں دیئے، جو اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عطا فرمائے۔ بے شک ۔۔۔۔۔ عورتوں کے ہاکی اور کرکٹ کھیلنے، سمندروں میں تیرنے کے مقابلہ میں ان کا حصہ لینے، ہوائی جہازوں میں بطور ہوا بازوں کے کام کرنے، دنیا کے گرد موٹروں میں گھومنے اور سینما، تھیٹر اور منبروں پر چڑھکر مردوں کے سامنے اپنے حُسن کی نمائش کرنے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ لیکن وراثت، پرورش اولاد، خانگی امور کی سرانجام دہی اور نظام جماعت کے چلانے اور قوم کی بچیوں کی تربیت کے معاملہ میں ۔۔۔۔ نہ صرف ان کے حقوق کو معین طور پر تسلیم کرتا، بلکہ ان کو ان امور کے متعلق پورے طور پر ذمہ وار قرار دیتا ہے۔

تیسرا نہایت اہم امر جس نے دنیا کے اقتصادی نظام کو تباہ کر کے رکھدیا ہے، اور دنیا میں اقتصادی بربادی اور تباہ کاری کا باعث ہوا ہے، وہ سُود کا مسئلہ ہے، آج دُنیا میں دولت کی ناہموار تقسیم کا رونا ہر طرف رویا جا رہا ہے، دنیا کا اقتصادی نظام اس قدر بگڑا ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کے پاس دولت کی اس قدر افراط ہے، کہ وہ حیران ہیں کہ اس کو کیا کریں، اور دوسرے لوگ ہیں، کہ ان کو کھانے کو روٹی اور تن ڈھانکنے کو کپڑا میسر نہیں، پھر ظلم یہ ہے، کہ امیر اور امیر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو رہا ہے، اور غریب غریب تر ہو رہا ہے، غریبوں کے لئے بوجہ افلاس کے ترقی کے سب دروازے مسدود ہیں، اور امیر لوگوں کے بچے بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے تمام دنیوی نعماء اور لذات سے متمتع ہو رہے ہیں، وہ جو دنیا کے لئے کھانے اور پینے کا سامان پیدا کرتے ہیں، وہ ننگے سوتے ہیں اور بھوکے اٹھتے ہیں، لیکن "منہ میں چاندی کا چمچہ" لئے پیدا ہونے والے انسانی سوسائٹی کے چور، دوسروں کی کمائی پر عیش کرتے ہیں، یہ ظلم، یہ بے انصافی، یہ ناروا تقسیم سُود اور محض سُود کا نتیجہ ہے۔

سود روپیہ کو کھینچتا ہے، اور روپیہ کی بہتات کی وجہ سے ملک کا سارا کاروبار، ساری تجارت چند افراد کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے، اس کے علاوہ جنگیں سودی قرضہ کے سہارے لڑی جاتی ہیں، موجودہ جنگ میں صرف برطانیہ کا روزانہ مصارفِ جنگ کا خرچ ساٹھ لاکھ پونڈ یعنی ۹ کروڑ روپیہ ہے کس حکومت کے پاس اتنا روپیہ جمع ہے، کہ وہ اتنے بڑے مصارف کے ساتھ جنگ کو دیر تک جاری رکھ سکے، لیکن امیر لوگ حکومتوں کو سود پر روپیہ قرض دیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں لڑنے والے غریب سپاہی میدانِ جنگ میں مارے جا کر اپنے پیچھے بیوہ عورتیں اور یتیم بچے چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ دفتر میں بیٹھے ہوئے موٹے پیٹوں والے سودی قرضہ وصول کر کے اور زیادہ امیر ہوتے ہیں۔ غریب مرتے ہیں، اِن کا مال بڑھتا ہے، دنیا تباہ ہوتی ہے یہ خوش ہوتے ہیں، اور چونکہ جنگ کے جاری رہنے سے ان کو مالی فائدہ پہونچتا ہے، اس لئے یہ جنگ کو لمبا کرنے کی تدبیریں سوچتے ہیں، یہ بنی نوع انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں، نبی عرب صلے اللہ علیہ وسلم کی دُور بین نگاہ نے سُود کی تباہ کاریوں کو آج سے چودہ سو سال پہلے دیکھا، اور قرآن کریم نے فرمایا، کہ اگر تم سود لینا اور دینا بند نہ کرو گے، تو خدا سے تمہاری جنگ ہوگی، یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ دنیا میں جنگیں ہوں گی، عرفات کے میدان میں اپنے آخری حج کے موقعہ پر جب آپکو یقین تھا، کہ دوبارہ اتنے انسانوں کو مخاطب کرنے کا آپؐ کو موقعہ نہیں ملیگا، آپ نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے ذریعہ بنی نوع انسان کی آنے والی نسلوں کو سُود لینے اور سُود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دینے سے بتاکید منع فرمایا۔ یہ تین باتیں تھیں، جن پر دُنیا کے سیاسی، سوشل اور اقتصادی امن کا انحصار تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے تین مختصر فقروں میں اِن تین بیماریوں کا علاج بتا دیا۔ یہ تھا نبی عرب کا آخری وعظ، جو عرفات کے میدان میں مسلمانوں کے ایک انبوہِ کثیر کو نہیں، بلکہ قوموں کو اور آنے والی نسلوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا۔ عیسائی دنیا ذرا اس مختصر سے وعظ کے ساتھ مسیح کے "پہاڑی وعظ" کا مقابلہ تو کرے، "پہاڑی وعظ" میں کونسی نئی بات ہے جو دوسرے مصلحین اور ریفارمروں کے مواعظ میں نہیں ہوتی۔ اور رسول اکرمؐ کے وعظ میں جس کا صرف ایک حصّہ میں نے اختصاراً بیان کیا ہے، جن سوشل۔ سیاسی اور اقتصادی امراض کا علاج بیان کیا گیا ہے، کس تعلیم میں، کس نبی کے کلام میں اور کس مصلح کے وعظ میں اس حُسن اور خوبصورتی کے ساتھ ان امراض کو اور ان کے علاج کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیم کی خوشہ چینی سے تو اب یہ باتیں بیان کی جا سکتی ہیں، لیکن کسی مذہب کا کوئی پیرو اپنی کسی مذہبی کتاب سے نکال کر تو دکھائے، کہ اتنی مختصر سی عبارت میں علوم کے اتنے خزانے بھر دیئے گئے ہوں۔

ناصرہ کے فقیر منش پیغمبر کی شاہِ عرب کے مقابلہ میں کیا حیثیت تھی، سارے نبی موسیٰؑ، ابراہیمؑ، زرتشت، کرشنؑ، بدھ، نہیں بلکہ ساری کائنات ملکر بھی اس دلبرِ یگانہ کے حُسنِ بے مثال کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اتحاد نسلِ انسانی

(از جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب ممبر ایگزیکٹو کونسل والسرائے ہند)

کتب الٰہیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء یہ ہے، کہ ایک وقت میں تمام بنی نوع انسان کے درمیان ایک ایسا تعلق اور رشتہ قائم ہو جائے، جیسے کہ ایک خاندان کے مختلف افراد کے درمیان ہوتا ہے۔ اور اب تو مشاہدہ بھی اس امر کی زور کے ساتھ تائید کرتا ہے کہ دنیا نہایت سرعت کے ساتھ اس منشاء کی تکمیل کی طرف بڑھ رہی ہے، فاصلے کا تو احساس ہی قریباً غائب ہو رہا ہے۔ آج سے ڈیڑھ سو سال قبل جب ہندوستان کے بعض حصوں میں برطانوی عملداری کا آغاز ہوا، تو انگلستان اور ہندوستان کے درمیان کی مسافت چار ماہ میں طے ہوا کرتی تھی، اور آج یہ صورت ہے، کہ ایک شخص اتوار کی صبح کو کراچی سے ڈچ ہوائی جہاز پر سوار ہو کر تین دن بعد بدھوار کی شام کو لنڈن پہونچ جاتا ہے، اور لنڈن پہونچکر ٹیلیفون کے ذریعہ اپنے عزیزوں کے ساتھ جو پیچھے ہندوستان میں پانچہزار میل کے فاصلہ پر منتظر بیٹھے ہوں، گفتگو کر سکتا ہے، وہ اس کی آواز سنتے ہیں، اور یہ ان کی آواز سنتا ہے، گویا یہ سب ایک کمرے کے اندر موجود ہیں، اور وہ وقت نہایت قریب ہے، کہ اتنے فاصلہ سے باتیں کرتے وقت طرفین ایک دوسرے کو اسی طرح دیکھ بھی سکیں، جس طرح ایک دوسرے کی آواز سُن سکتے ہیں۔

اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں ایک تیز حرکت اتحاد اور یک جہتی کی طرف پیدا ہو رہی ہے، اور دنیا کو ناچار تسلیم کرنا پڑا ہے، کہ تمام انسان دراصل اخوت کے مضبوط رشتہ میں جکڑے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوئے ہیں، اور قومی اور نسلی اور ملکی تفریقیں اور تقسیمیں باہمی میل جول اور جان پہچان کی سہولت کے لئے ہیں، نہ کہ باہمی تعلقات کی روک کے لئے، اور ان کی غرض یہ ہے، کہ انسانی معاشرت کے مختلف شعبوں میں رونق اور ترقی ہو، نہ کہ آپس میں مخالفت اور منافرت بڑھے۔ اسی احساس کے ماتحت آئے دن بین الاقوامی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مجلسیں باہمی مشاورت کے لئے قائم کی جارہی ہیں، تاکہ بنی نوع انسان کی ترقی کی راہیں متحدہ طور پر طے کی جاسکیں، کہیں جنگ کے ختم کر دینے کے طریق سوچے جارہے ہیں، کہیں دنیا کے اقتصادیات پر بحث ہو رہی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ عام طور پر انسانوں کے دلوں میں اتحاد کی ضرورت کا احساس تو ہے، لیکن ذاتی، قومی اور ملکی اغراض و مفاد اکثر اوقات اس اتحاد کے عملی حصول کے رستہ میں حائل ہو جاتے ہیں، دنیا کی اکثر مشکلات کا حل اسی طریق سے ہو سکتا ہے، کہ انسان منشاء الٰہی کو سمجھیں، اور ان تدابیر کو اختیار کرنے کی کوشش کریں جن سے وہ منشاء پورا ہوتا نظر آئے، ورنہ آخر ہوگا تو وہی جو خدا چاہتا ہے، اور وہ قومیں اور حکومتیں اور ملک جو اس رستہ میں روک ہونے کی کوششیں کرینگے وہ اس رستہ سے ہٹا دیئے جائینگے، اور اللہ تعالےٰ کا منشا اپنی تکمیل کو پہونچے گا۔

یہی حالت روحانی اُمور میں ہے، جہاں اللہ تعالےٰ نے ہر زمانہ میں بنی نوع انسان کی جسمانی پرورش اور تربیت کا انتظام کیا ہے، وہاں ساتھ ساتھ ہر زمانے اور قوم میں انسانوں کی روحانی پرورش اور تربیت کا انتظام بھی فرمایا ہے، اور مختلف زمانوں اور قوموں میں وُہ راستباز اور پاک انسانوں کو بنی نوع انسان کی روحانی ہدایت اور تربیت کے لئے مقرر فرماتا رہا ہے، اور باوجود انسانی مخالفت اور منصوبوں کے دُنیا دیکھتی رہی ہے، کہ آخر اللہ تعالیٰ کا منشا ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غالب ہوتا رہا ہے، اور اس کے صادقوں ہی کو ہمیشہ غلبہ ہوتا رہا ہے، اور مخالف خواہ افراد ہوں، خواہ قومیں اور خواہ حکومتیں، آخر مغلوب ہوتی رہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی اس سنت کے ماتحت اس کا نور مختلف زمانوں اور ملکوں اور قوموں میں چمکا اور ظاہر ہوُا۔ لوگوں نے اسے بجھانے کی کوششیں کیں، لیکن یہ نور بڑھتا اور تیز ہی ہوتا گیا۔ اور جن لوگوں نے اسے بجھانے کی کوشش کی، وہ مٹا دیئے گئے۔ یہی حالت دنیا نے زرتشت اور بدھ کے وقت دیکھی، اور اسی نور کا غلبہ رام چندر اور کرشن میں دیکھا، یہی نور ابراہیمؑ اور موسےٰ کے ذریعہ ظاہر ہوُا، یہی نور تھا، جس کے اظہار کی تکمیل کی خاطر اللہ تعالےٰ نے مسیح کو زندہ صلیب سے اتار لیا، اور یہی نور تھا، جس کا کامل جلوہ فاران کی چوٹیوں اور بطحاء کی وادی اور یثرب کے باغوں میں محمد رصلے اللہ علیہ وسلم۔ فداہ ابی وامی) کی ذات میں دیکھا۔ (ان تمام راستبازوں اور صادقوں پر اللہ تعالےٰ کی سلامتی ہو)

لیکن ہر نبی کے ظہور اور غلبہ کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، انسانی خواہشوں اور تاویلوں نے الٰہی ھدایت میں دخل اندازی شروع کر دی، اور آہستہ آہستہ ان ہدایات کا اثر زائل ہوتا گیا، حتیٰ کہ وہ زمانہ آگیا، کہ جب انسانی تعلقات اس قدر قریب آ گئے، کہ اللہ تعالےٰ کی حکمت نے تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ایک ہی ہدایت نامہ اور ایک ہی کامل نمونہ تجویز فرمایا رصلی اللہ علیہ وسلم) اور ساتھ ہی یہ بشارت بنی نوع انسان کے مختلف طبقوں کو دی، کہ جب مادی حالات کی ترقی مختلف قوموں اور انسانوں کو قریب تر لے آئے گی، اور مختلف قومیں ایک ہی خاندان کا جزو شمار ہونے لگیں گی، اور مختلف ملک ایک ہی شہر کے محلے نظر آنے لگیں گے، تو رُوحانیت میں بھی وہ اتحاد جو ازل سے چلا آتا ہے، ظاہر میں بھی نظر آنے لگے گا، اور دنیا پہچان لے گی، کہ زرتشت بدھ، رامچندر، کرشن، ابراہیم، موسیٰ، مسیح اور خدا کے بے شمار اور راستباز (ان سب پر خدا تعالیٰ کی سلامتی ہو) اسی نور کی مختلف چمکیں تھیں، جو آخر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اپنے کمال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں ظاہر ہؤا۔ اور یوں ہوگا، کہ آپ کے ایک غلام پر خدا تعالےٰ اس نور کی ایک چمک ڈالے گا، جس میں زرتشت کے شیدائی زرتشت کو، بدھ کے نام لیوا بدھ کو، رام چندر اور کرشن کا نام جپنے والے رامچندر اور کرشن کو، ابراہیمؑ اور موسےٰؑ کے متبعین ابراہیمؑ اور موسےٰؑ کو، مسیحؑ کو محبوب رکھنے والے مسیح کو، اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جانیں فدا کرنے والے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کامل عکس کے طور پر دیکھ لیں گے، اور پکار اٹھیں گے، کہ یہی وہ نور تھا، جو ہمارے بزرگوں کے ذریعہ ظاہر ہؤا، اور اس طرح تمام اختلافات کو جو روحانی امور میں پیدا ہو گئے ہیں، اٹھا دیئے جائینگے، اور دنیا مادی اور جسمانی اور روحانی اتحاد اور اخوّت کی طرف تیزی سے بڑھنا شروع کر دے گی، اور صلح اور آشتی اور پریم اور شانتی کا زمانہ شروع ہو جائیگا، چنانچہ وہ پاک انسان احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ظاہر ہو چکا، اور گو ابتدا میں اس کے ساتھ بھی انسانوں نے وہی سلوک کیا، جو ہمیشہ خدا کے راستبازوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے، اور انسانوں نے اسے ردّ کیا، اور دکھ دیا، اور حقارت سے دیکھا، لیکن آخر وہی ہوگا، جو خدا کا منشاء ہے، اور اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی راستبازی اور صداقت قائم کرے گا، اور تمام روکیں اسکے رستہ سے مٹا دے گا، تا کہ بنی نوع انسان روحانی اتحاد کے نقطہ پر جمع ہو سکیں۔

اس لئے ضروری ہے، کہ دنیا میں تمام راستبازوں کی صداقت کو تسلیم کیا جائے، اور ان کی عزت کو تمام قوموں میں قائم کیا جائے، اور مَیں صدق دل سے اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ ہم نوا ہو کر کہتا ہوں، خدا کے راستباز بندے کرشن پر خدا کی سلامتی ہو، کرشن علیہ السلام کی جے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت کرشن علیہ السّلام

اسلام نے اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ایک صفت رَبُّ العٰلَمِین بیان کی ہے، جس کے معنے ہیں، سب جہانوں کی پرورش کرنے والا۔ یعنی سَرد لوک پالک۔ اس نے اپنی صفت ربوبیت کے ماتحت ہمارے جسم کے لئے، جو آج ہے، اور کل نہیں ہوگا، ہزار ہا نعمتیں پیدا کی ہیں، ہزاروں اور لاکھوں قسم کی لذیذ سے لذیذ اشیاء اور خوبصورت سے خوبصورت چیزیں ہمارے کھانے، پینے، دیکھنے اور دیگر جسمانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہمیں بخشی ہیں، اور سچ یہ ہے، کہ وہ نعمتیں جو اس ربّ العٰلمین نے اپنی مخلوق کی محض جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیدا کی ہیں، ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا، وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔

جس رحیم و کریم خدا نے ہمارے فانی جسم کی غذا و بقاء کا اس قدر عظیم الشان انتظام کیا ہے، اس نے ہماری روح کی غذا و بقاء کا انتظام بھی کیا ہے، کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا، کہ روح، جو جسم کے مقابلہ میں باقی رہنے والی ہے، اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہو، یہ حکیم خدا کی شان کے منافی ہے۔

روح کی غذا کیا ہے؟ عشق اور وصالِ الٰہی۔ اور حقیقی عشق اور وصال الٰہی بجز وحی و الہام حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے خدا تعالےٰ نے جس طرح ہر قوم اور ملک کے رہنے والوں کی جسمانی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کا سامان کیا ہے، اور اپنی عام رحمت سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا، اسی طرح روحانی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان بھی عام کیا ہے، اور کسی قوم یا ملک کو اس سے محروم نہیں رکھا جسمانی اور روحانی نظام یکساں اور برابر چلتے ہیں، ان میں کوئی تضاد نہیں ہوسکتا، کیونکہ دونوں ایک ہی خدا کے جاری کردہ ہیں۔ پس اس نے سب قوموں اور ملکوں کی روحانی غذا کے لئے ان میں وحی و الہام کا سلسلہ جاری کیا، اور اپنے نبی اور رسول بھیجے، قرآن کریم فرماتا ہے، وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی ہم نے ہر قوم میں ڈرانیوالا بھیجا ہے، اور دوسری جگہ فرمایا، مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ، یعنی اے نبی! بعض رسولوں کا ہم نے تیری وحی میں ذکر کیا ہے، اور بعض کا ذکر نہیں کیا ہے، مؤخر الذکر آیت میں یہ اشارہ ہے، کہ یہ خیال نہ کرنا چاہیئے، کہ جتنے نبیوں اور رسولوں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، ان کے سوا اور کوئی نبی اور رسول نہیں گزرا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے، کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی خدا کی طرف سے مختلف وقتوں میں آچکے ہیں۔

دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے جو نبی مختلف قوموں میں آتے رہے ان میں سے ہندوستان کے نبی حضرت کرشن علیہ السلام کا درجہ بہت بلند ہے، جو اس ملک کے لوگوں کی روحانی اصلاح کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، ہندوستان میں حضرت کرشن کو جو قبولیت عامہ حاصل ہے، اور اس ملک کے باشندوں کو آپ کے نام سے جو اخلاص اور محبت ہے، وہ سوائے خدا تعالےٰ کے مقرب اور پاکباز بندوں کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ ایک طرف جب ہم حضرت کرشنؑ کی یہ قبولیت اور لوگوں کی آپ سے یہ عقیدت دیکھتے ہیں، اور دوسری طرف قرآن مجید میں یہ فرمانِ الٰہی پاتے ہیں، کہ ہم نے ہر قوم اور ملک میں اپنے نبی اور رسول بھیجے ہیں، تو ہم اس بات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مہاتما بُدھ

(از جناب مولٰنا محمد دین صاحب سابق مبلّغ امریکہ)

مہاتما بدھ کی شخصیت مذہبی دنیا میں ایک ممتاز ہستی ہے، دنیا ایک تہائی سے لیکر ایک چوتھائی تک تو براہِ راست آپ کے پیروؤں میں شامل ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی دُنیا کا ایک بہت بڑا حصہ آپ کی بزرگی اور خدا رسی کا قائل ہے، یورپ میں ایک بہت بڑا حصہ تعلیم یافتہ طبقے کا آپ سے حسن عقیدت رکھتا ہے، یہی حال ایشیاء کے تمام ممالک کا ہے، گو ہندوستان میں اب بدھوں کی تعداد بہت کم ہے، (حالانکہ ہندوستان ہی اس مذہب اور اس کے بانی کا جنم بھوم ہے) تاہم ہندوستان کے ہندو قریبًا سب کے سب آپ سے عقیدت رکھتے ہیں، اور آپ کو دیوتا سمجھتے ہیں، اور اب تو ہندو ہندوستان اس بات پر فخر کرتا ہے، کہ اس قسم کی فخرِ انسانیت ہستی یہاں پیدا ہوئی۔ مسلمان بھی آپ کو بڑی عزّت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور آپ کو مہا پُرش خیال کرتے ہیں، اور مسلمانوں میں ایک گروہ تو مہاتما بدھ کو خدا کا رشی خیال کرتا اور ان کو روحانی مصلح کا درجہ دیتا ہے، اور جس طرح وہ اپنے دیگر انبیاء کو دعا و صلوٰۃ سے یاد کرتا ہے، اسی طرح وہ حضرت بُدھ کو بھی بڑی عزّت اور دعا سے یاد کرتا ہے۔

مگر تعجب ہے، کہ اتنی بڑی شخصیت کے متعلق تاریخی مواد بہت ہی مختصر اور تاریخی اعتبار سے بالکل افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے، ہندوؤں کے متعلق مشہور ہے، کہ وہ تاریخ سے بہت کم دلچسپی رکھتے تھے، لیکن جن لوگوں نے ان کو اپنا پیشوا بنایا، اور مذہبی گُرو کی حیثیت دی، انہوں نے بھی محض حکایات پر اکتفا کیا، اور آپ کی سوانح عمری کے متعلق کوئی کوشش نہیں کی، حالانکہ اس قسم کے معلّم جو دُنیا میں ایک خاص مشن لیکر آتے ہیں، ان کی اپنی زندگی ان کی تعلیم کا عملی عکس ہوتا ہے، بلکہ اکثر صورتوں میں ان کی تعلیم ان کی عملی زندگی سے ہی سمجھ میں آسکتی ہے، یہ بالکل صحیح ہے، کہ بعض حالات میں تعلیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں، کہ شری کرشن یقیناً خدا تعالےٰ کے نبی تھے۔ کروڑوں انسان قرنہا قرن سے ایک شخص کے دامنِ تقدس سے وابستہ ہوں، اور یہ وابستگی ہر زمانہ میں ان کی زندگیوں میں ایک پاکیزہ تغیّر پیدا کرتی رہی ہو، اور ایک بڑی قوم اسے اوتار یعنی خدا کا مظہر مانتی چلی آئی، اور اس کے نام کی برکت سے اس میں نیکی پیدا ہوتی رہی ہو، ایسے شخص کی نبوت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ جس قبولیت اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں محبت وعقیدت کا مقام حضرت کرشنؑ کو حاصل ہے، وہ سوائے خدا کے خاص مقربوں اور نبیوں کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ غالباً یہی وجہ ہے، کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مرحومؒ بانیٔ مدرسہ دیوبند جیسے عالم ربّانی اور حضرت مرزا مظہر جان جانان جیسے صوفیٔ کامل نے بھی حضرت کرشنؑ کی نبوت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السّلام کو تو خدا تعالےٰ نے کشفاً یہ بتایا، کہ حضرت کرشن نبی تھے چنانچہ آپ اپنی کتاب تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰ میں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے کشفی حالت میں بارہا مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے، کہ آریہ قوم میں کرشن نام ایک شخص جو گذرا ہے، وہ خدا کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا۔"

نیز فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ راجہ کرشن، جیسا کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے، درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا، جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی، وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا، جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا، وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا، جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا، وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا، جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا، وہ خدا کی محبت سے پُر تھا، اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رکھتا تھا" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴)

یہ بات قطعی طور پر ناقابل تسلیم ہے، کہ خدا نے ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک کو، جسے ایک چھوٹا سا برّ اعظم کہنا بیجا نہ ہوگا، اپنی نبوت و رسالت کے فیضان سے محروم رکھا ہو، اور اس ملک کے باشندوں کی روحانی غذا کا کوئی انتظام نہ کیا ہو۔ یقیناً اس نے اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے بہت سے نبی اس ملک کے لوگوں کی روحانی اصلاح و رہنمائی کے لئے بھی بھیجے ہونگے، اور حضرت کرشنؑ کی عام قبولیت کو دیکھکر یہ ماننا پڑتا ہے، کہ ان کو اس ملک کے سب نبیوں میں ایک بڑا اور بلند مقام حاصل ہے۔

اس کے ساتھ ہی جب ہم ایک مشہور حدیث کو دیکھتے ہیں، جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ ہندوستان میں ایک سیاہ رنگ کا نبی کاہن نام گذرا ہے، تو حضرت کرشن کی نبوت کی شرعی تصدیق و تعیین بھی ہو جاتی ہے۔ حدیث میں کاہن کا لفظ آیا ہے، جو کنہیّا کا معرّب ہے۔ یہ حضرت کرشن کے نام کا ایک حصہ ہے۔ ہندو آپ کو کرشن کنہیّا کے نام سے پکارتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث حضرت امام دیلمیؒ کی کتاب "تاریخ ہمدان" میں بیان کی جاتی ہے۔ گو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ حدیث اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں درج کی ہے، مگر آپ نے حضرت کرشنؑ کی نبوت کی بنیاد زیادہ تر اپنے کشف پر رکھی ہے۔

بعض لوگ اس حدیث پر یہ جرح کرتے ہیں، کہ یہ بلا اسناد ہے، لیکن اہل علم پر روشن ہے، کہ صوفیاء میں بعض احادیث بلا اسناد مشہور چلی آتی ہیں، جنہیں محدّثین نے بھی تسلیم کیا ہے، مثلاً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک حدیث لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ہے، اور دوسری عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل۔ یہ دونوں بلا اسناد ہیں، مگر باوجود اس کے سب علماء ان کو مانتے، اور اپنی تصانیف میں انہیں درج کرکے ان سے استدلال کرتے چلے آئے ہیں، اور محدثین نے بھی انہیں مشہور قرار دیا ہے، حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں، کہ مشہور حدیث وہ ہے، جو لوگوں کی زبان پر عام شہرت حاصل کر چکی ہو، اور اس لحاظ سے اس حدیث کو بھی مشہور کہہ سکتے ہیں، جس کی سرے سے کوئی اسناد ہی نہ ہو۔ اور اس کی مثال کے طور پر حاشیہ میں محشّی نے بعض ایسی حدیثیں لکھی ہیں، جن کی کوئی اسناد نہیں ہے، اور ان میں سے ایک حدیث لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ہے[1]۔ پس حضرت کرشنؑ کی نبوت کے بارے میں جو حدیث آئی ہے، گو اس کی اسناد نہ ہو، تاہم اُسے مشہور حدیث کا درجہ حاصل ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے اِس مضمون کے مطابق ہے، کہ ہر قوم میں خدا تعالےٰ نے اپنے نبی اور رسول بھیجے ہیں، اس لئے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کسی حدیث کی صحت کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا ہے، کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اس کی تائید و تصدیق کریں۔

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے بجا فرمایا ہے، کہ:۔

"ہندوستان کے پیغمبر افسانوں کے حجاب میں گم ہیں"[2] اس قاعدہ سے نہ مہاتما بدھ مستثنیٰ ہیں، نہ حضرت کرشنؑ اور نہ ہندوستان کا کوئی اور گذشتہ زمانہ کا نبی اور رسُول۔ اس لئے ان سب

---

[1] شرح نخبۃ الفکر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۱۳ مع حاشیہ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی۔
[2] سیرت النبی جلد اوّل صفحہ ۳۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برگزیدوں کے صحیح حالات کا پورا علم نہیں ہوسکتا، بعض کے متعلق نہایت ناگفتہ بہ باتیں افسانوں کے رنگ میں مشہور ہیں، جن کے متعلق پورے یقین اور وثوق سے کہا جاسکتا ہے، کہ یہ غلط اور بے بنیاد ہیں، جو بعد میں ان کے نادان دوستوں یعنی ماننے والوں یا دشمنوں یعنی منکروں اور مخالفوں نے ان کی طرف منسوب کر دیں۔ یہ باتیں نہ صرف عقائد کے متعلق ہیں، بلکہ ان نیک اور راستباز لوگوں کے کیریکٹر کے متعلق بھی ہیں، جو طبیعت پر اچھا اثر نہیں ڈالتیں، اور بعض تو ان میں سے ایسی ہیں جو کسی معمولی شریف آدمی کی شان کے بھی شایاں نہیں، چہ جائیکہ ایک روحانی انسان کی نسبت انہیں درست تسلیم کیا جائے۔ ممکن ہے یہ باتیں بطور استعارہ و تمثیل بیان کی گئی ہوں، اور اس صورت میں یہ تاویل طلب ہوں گی، بہر حال ان کو ظاہر پر محمول کر کے ان نیک بزرگوں کی طرف انہیں منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت کرشن علیہ السلام کی زندگی کے دو مآخذ قدیم ہندو لٹریچر میں اس وقت موجود ہیں، ایک مہابھارت اور دوسرا بھاگوت۔ ان دونوں سے اس زمانہ کی حالت کا جو کچھ علم آج دُنیا کو ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہر طرف ظلم اور ناانصافی کا دَور دَورہ تھا، بالخصوص بادشاہ اور حکّام وقت کی حالت نہایت گندی ہو چکی تھی، اور وہ رعایا کو سخت تنگ کر رہے تھے، قماربازی ان کا محبوب مشغلہ تھا، اور جوئے بازی میں وہ اپنی بیویوں تک کو ہار دینے سے بھی گریز نہ کرتے تھے، یہ تو بڑے لوگوں کا حال تھا، چھوٹے لوگ اس سے بھی زیادہ ابتر حالت میں تھے، روحانی طور پر تو وہ گرے ہوئے تھے ہی، دنیاوی طور پر بھی ان کی حالت اچھی نہ تھی۔ راجہ اور اس کے عمّال طرح طرح کے مظالم غریب رعایا پر کرتے تھے، اور ان پر کئی قسم کے بھاری ٹیکس لگائے جاتے تھے، جن کی سختی سے وصولی کی جاتی تھی۔ لکھا ہے، کہ راجہ کے ظلم سے زمین بوجھ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دبنے لگی، یعنی رعایا مظالم سے تنگ آگئی، تو دیوتاؤں کی ایک کانفرنس ہوئی، جس میں یہ طے پایا کہ مظلوم رعایا کا ایک وفد بھگوان سے فریاد کرے، اور اپنے دُکھ کی کہانی سُنائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، بھگوان نے حکم دیا، کہ تم سب مدد کے لئے جمع ہو، ہم کرشن کے نام سے اوتار لیں گے۔ یہ ایک تمثیل ہے، جس میں دیوتاؤں سے مراد اس زمانہ کے نیک لوگ ہیں، اور بھگوان کے پاس وفد لیجا کر۔ فریاد سے مراد خدا سے دعا ہے۔ اس دعا کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے کرشن کو بھیجا، جس نے سب ظلموں کا قلع قمع کیا۔

حضرت کرشن کی پیدائش آج سے قریباً پانچہزار برس پیشتر متھرا میں بیان کی جاتی ہے، آپ کی ولادت کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے، کہ متھرا کا راجہ کنس آپ کا ماموں بڑا ظالم تھا، اسے جوتشیوں اور نجومیوں نے بتایا، کہ تیری بہن کا لڑکا تیرا قاتل اور تیری حکومت کو برباد کرنے والا ہوگا، اس لئے کنس نے اپنی بہن اور بہنوئی کو قید کر دیا۔ اور ان کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا، اسے قتل کر ڈالتا تھا، اور اس طرح اس کے کئی بچے ضائع کر چکا تھا۔ حضرت کرشنؑ کی پیدائش رات کو ہوئی، آپ کے والد سخت بارش میں ان کو متھرا سے گوکل لے گئے، جہاں نند نامی ایک گوالے کے ہاں اس کی بیوی جسودھا سے اسی رات ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ حضرت کرشنؑ کے والد نے نند سے اپنی مصیبت و مظلومی کی ساری داستان کہی، نند کو رحم آیا، اس نے کہا، کہ اپنا لڑکا مجھے دے جائیں، اور میری نوزائیدہ لڑکی آپ لے جائیں، انہوں نے ایسا ہی کیا، کنس کو جب خبر پہونچی، کہ میری بہن کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، تو اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا، کہ اسے قتل کر دیا جائے، چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی، اور لڑکی کو قتل کر دیا۔ حضرت کرشن نند گوالے کے ہاں پرورش پاتے رہے، اور ذرا بڑا ہونے پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچوں کے ساتھ جنگل میں گائیں بھی چراتے تھے۔ جب آپ پل کر جوان ہوئے، تو اپنی خداداد قوت اور حسن تدبیر سے کنس کو قتل کیا، اور اپنے ماں باپ اور رعایا کو اس ظالم کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرایا۔

بھگوت گیتا حضرت کرشنؑ کے اقوال کا مجموعہ ہے، جو آپ نے ارجن کو مخاطب کر کے فرمائے۔ اسے ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں ویدوں کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے، گو حضرت کرشنؑ کی مکمل تعلیم کا کوئی یقینی سراغ نہیں ملتا، تاہم گیتا سے آپ کی تعلیم کے چند موٹے موٹے اصول معلوم ہو جاتے ہیں۔

دنیا میں دو طرح کے انسان ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ ایک وہ جنہیں دُنیا دار کہنا چاہیئے، اور دوسرے وہ جنہیں تارک الدنیا۔ دُنیا دار وہ ہیں، جو دنیاوی کاروبار ہی میں مصروف رہتے ہیں، اور عاقبت کی انکو کچھ فکر اور خیال نہیں ہوتا۔ اور تارک الدنیا وہ ہیں، جو دنیاوی دھندوں سے بے نیاز ہو کر، یا یوں کہیئے کہ کشمکشِ حیات سے تنگ آکر باہر جنگلوں میں چلے جاتے ہیں، اور وہیں کنارہ کشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت کرشنؑ کے ظہور کے وقت بھی یہ دونوں گروہ پائے جاتے تھے، ایک افراط کی راہ پر تھا، اور دوسرا تفریط کی راہ پر۔ حضرت کرشن نے اپنی زندگی میں اپنے عملی نمونہ سے یہ تعلیم دی، کہ ان دونوں راستوں کے بیچ کا راستہ جس سے "عمل" اور "ترک" کا اجتماع ہوتا ہے، بہتر اور اعلیٰ ہے، گویا نہ دنیا سے بالکل مُنہ پھیر لینا اچھا ہے، اور نہ کلّی طور پر دُنیا میں محو ہو جانا بلکہ صحیح راستہ یہ ہے، کہ انسان درمیانی راہ چلے، اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے۔

جس طرح "عمل" اور "ترک عمل" میں بعض لوگ افراط کی طرف چلے گئے ہیں، اور بعض تفریط کی طرف، اسی طرح شریر کو سزا دینے یا معاف کر دینے کے متعلق بھی ایک گروہ نے افراط کی راہ اختیار کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے، اور دوسرے نے تفریط کی۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں، کہ شریر کو سزا بالکل نہیں دینی چاہیئے، اور بعض کا یہ خیال ہے، کہ ہر حالت میں سزا دینی چاہیئے، حالانکہ صحیح راستہ یہ ہے، کہ انسان دونوں راستوں کے بیچ میں ایک درمیانی راہ پر چلے، اور موقعہ و محل کے مطابق سزا اور عفو سے کام لے چنانچہ حضرت کرشنؑ نے بھی یہی تعلیم دی۔ آپ کے زمانہ میں وہ عظیم الشان جنگ ہوئی تھی، جو ہندوستان کی تاریخ میں جنگِ مہابھارت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ کوروکشیتر کے میدان میں کوروں اور پانڈوں کے درمیان ہوئی تھی، جس میں قریباً ۳۵ لاکھ نفوس ہلاک ہوئے تھے، کورو ظالم تھے، اس لئے حضرت کرشنؑ نے پانڈوں کا ساتھ دیا۔ جب میدانِ جنگ میں طرفین کے بہادر اُترے، اور جنگ کا بگل بج گیا، تو ارجن نے دوسری طرف اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھکر حضرت کرشنؑ سے کہا، کہ ہمارے مقابل میں ہمارے عزیز اور قریبی رشتہ دار ہیں، مجھ میں انہیں قتل کرنے کی ہمت نہیں ہے، اے شری کرشن! مجھے حکومت کی ضرورت نہیں ہے، اگر مجھے تین جہانوں کی حکومت بھی مل رہی ہو، تب بھی مَیں ان کو نہیں مارونگا، یہ کہکر ارجن تیر کمان پھینک کر بیٹھ گئے۔ لیکن حضرت کرشنؑ نے نہایت زبردست تقریر کی، اور ارجن کو کہا کہ کیا تُو ان کے لئے افسوس کرتا ہے، جن کے لئے افسوس نہیں کرنا چاہیئے، انصاف اور راستی کے قیام اور ظلم اور ناراستی کو برباد کرنے کے لئے جو جنگ کی جائے، وہ جنّت کا دروازہ کھولدیتی ہے، اگر تُو اس دھرم کی لڑائی میں شامل نہ ہوگا، تو گنہگار ہوگا۔ اس پر ارجن اُٹھے اور ظالم کوروں سے اٹھارہ دن تک لڑتے رہے، اور بالآخر فتحیاب ہوئے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے، کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے حضرت کرشنؑ نے ہر طرح سے فریقین میں صلح کی کوشش کی، مگر جب کورو اپنی ضد پر اَڑے رہے اور ناراستی کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے، تب حضرت کرشنؑ نے پانڈوں کے ساتھ ہو کر ظلم کے خلاف لڑائی کی، اور پھر اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی، کہ مقابل پر رشتہ دار اور اپنی ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قوم کے لوگ ہیں۔ اس میں آپ نے یہ تعلیم دی، کہ ظالم خواہ کوئی ہو، اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے، اور ظلم کے مٹانے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء نے بھی جو لڑائیاں کیں، وہ مجبوراً کیں، اور دشمنِ حق جب کسی طرح بھی راہِ راست پر نہ آئے، تو تلوار سے ان کو نیست و نابود کرنا پڑا، تا دنیا میں امن قائم ہو۔ دراصل ہمیشہ سے تمام نبیوں کا طرزِ عمل شریر کو سزا دینے اور اس کے شر کو دفع کرنے کے بارے میں یہی رہا ہے۔

عبادتِ الٰہی کے متعلق حضرت کرشنؑ کی تعلیم یہ ہے، کہ نیکی صرف خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرنی چاہیئے۔ گیتا ادھیائے ۴ میں ہے، کہ ارجن نے آپ سے دریافت کیا، کہ کیا مجھے خدا کی عبادت کرنے کا پھل ملیگا؟ آپ نے فرمایا، کہ بےشک جو شخص نیک اعمال اور خدا کی عبادت کرتا ہے، یقیناً اسے پھل ملیگا۔ لیکن پھل کی نیّت سے نیکی کرنا اونی خیال ہے، بلکہ نیکی کو نیکی سمجھکر اور اس لئے کرو کہ خدا تم سے راضی ہو جائے، پس اپنے سارے کاموں اور عبادتوں میں پھل ملنے کی خواہش کو دل سے نکال دو، تا تمہیں رضاءالٰہی حاصل ہو، اور تم خدا کے پیارے بن جاؤ۔ نیکی کے متعلق یہ نہایت بلند نظریہ ہے، قرآن مجید بھی فرماتا ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی اے لوگو! اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

نفسانی خواہشات کو دبانے اور ذکرِ الٰہی سے اطمینانِ قلب حاصل کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں، کہ انسان کو چاہیئے، اپنے نفس کو خواہشات کے سمندر میں ڈوبنے سے بچائے، اور یہ بالکل سچ ہے، کہ نفس ہی انسان کا دوست ہے، اور یہی اس کا دشمن بھی ہے، نفس ان لوگوں کا دوست ہے، جنہوں نے نفس امارہ پر غلبہ حاصل کر لیا، اور جو اس کے مغلوب ہو گئے، یہ ان کا دشمن ہے۔ پس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کو دبا کر اور راتوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت کر کے اطمینانِ قلب حاصل کرتا ہے، وہ اپنے نفس پر غالب آئے گا۔ اور ایسے آدمی کو خدا ملتا ہے۔[۱]

پھر آپ فرماتے ہیں، کہ خدا کے سچے بھگت جن کے پہلے گناہ نیکی کرنے کی وجہ سے جاتے رہے، اور جو حق الیقین کو پہونچ گئے، اور سب شُبہات دور ہو گئے، اور گناہ کی غلامی سے نجات پا گئے، اور جنہوں نے مخلوقِ خدا کی ہمدردی کو شعار بنایا، اور اپنے نفس کی معرفت ان کو حاصل ہوگئی، یہی لوگ ہیں، جن کو دائمی نجات حاصل ہوتی ہے۔

یہ حضرت کرشنؑ کی تعلیم کے چند نمونے ہیں، ان سے ظاہر ہے، کہ آپ نے دیگر انبیاء کی طرح اپنے متبعین کو نیکی، تقویٰ اور ظلم کو دُور کرنے کی تعلیم دی، گو آپ کی تعلیم بہت حجابوں میں مستور ہے، اور اس میں بہت سی غلط باتیں داخل کر دی گئی ہیں، مگر پھر بھی اس میں سچائی کی جھلک نظر آتی ہے

کرشنؑ پر خدا کی سلامتی ہو۔

تفسیر سروری یعنی مفسر جماعت احمدیہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی تفسیر القرآن جو شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے، فروخت ہو رہی ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اس کے دو ہزار صفحات ہیں۔ قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے، آج ہی قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ایک جلد محفوظ کرا لیں۔ چند نسخے باقی ہیں۔ پھر یہ بے بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔

مینجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

---

[۱] گیتا ادھیائے ۶۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت بابا نانک صاحبؒ

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب مبلّغ سلسلہ احمدیّہ)

پیدائش صوبہ پنجاب کے ضلع شیخوپورہ کی بستی "رائے بھوئے کی تلونڈی" کو، جو آپ ننکانہ صاحب کے نام سے مشہور ہے، یہ فخر حاصل ہے، کہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی اللہ اور بزرگ انسان وہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سنہ ۱۴۶۹ء میں ہوئی، آپ کے والد کا نام مہتہ کالوجی اور والدہ کا نام ماتا ترپتا جی تھا

نام پنجاب میں یہ عام رواج ہے، کہ لڑکی اپنے پہلے حمل کے وضع کے ایام اپنے باپ کے ہاں گزارتی ہے، چنانچہ بعض لوگوں کے نزدیک ماتا ترپتا جی بھی اسی رسم کے مطابق اپنے میکے آئی ہوئی تھیں، کہ بابا صاحب کی پیدائش ہوئی۔ بعض لوگ آپ کے نانک نام ہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں، کہ آپ اپنے نانا کے ہاں پیدا ہوئے تھے، آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا نام نانکی بھی اسی وجہ سے تھا۔ نانک نام پنجاب میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترک ہے، جنم ساکھی بھائی بالا میں، جس کو بابا صاحب کی سوانح عمری کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، لکھا ہے، کہ جب پنڈت نے آپ کا نام نانک تجویز کیا، تو آپ کے والد نے یہ کہا، کہ چونکہ یہ نام ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترک ہے، اس لئے یہ نام نہ رکھا جائے، لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا، کہ آپ کا نام خالص ہندوانہ ہو، اس لئے یہی نام رہنے دیا گیا۔ گیانی گیان سنگھ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں، کہ "مسلمان بابا صاحب کو نانک شاہ کے نام سے پکارتے تھے" اور آپ کے بیٹے سری چند صاحب نے بھی آپ کو نانک شاہ کے نام ہی سے پکارا ہے، (پراچین گور ایڈیشن صفحہ ۳۱۵) لیکن خود بابا صاحب نے اپنا نام نانک شاہ ملنگ بتایا ہے۔ (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۰۵)

رسم زنّار بابا صاحب کے والد کھتری بیدی تھے، اس لئے ہندو مذہب کے رُو سے زنّار پہننے کی رسم، جسے یگیوپویت سنسکار کہتے ہیں، کی ادائیگی ضروری تھی، چنانچہ جب بابا صاحب کی عمر بڑی ہوئی تو آپ کے والد نے اس رسم کی ادائیگی کے لئے سمگری منگائی، پنڈت جی نے ہَون کیا، اور خاتمہ پر آپ کے گلہ میں زنّار ڈالنے لگا، تو آپ نے اس کا ہاتھ تھام کر فرمایا، کہ مجھے اس دھاگہ کے زنّار کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ

دیا کپاہ سنتوکھ سوت جَت گنڈی سَت وٹ
ایہہ جنیئو جیو کا ہے تاں پانڈے گھت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اصولی طور پر اور رنگ پکڑ جاتی ہے، مگر عملی اور خاص حالات کے ماتحت اسی تعلیم دہندہ کو اس اصول کو محدود صورت دینی پڑتی ہے، مگر یہ استثنائی صورت ہوتی ہے۔ عام طور پر ان کے قول وفعل میں تطابق ہوتا ہے، اور ہونا چاہیئے، لیکن تعجب ہے، کہ حضرت مسیحؑ کی طرح بہت سی حکایات وافسانے (اور افسانے بھی ایسے جو دور از قیاس ہیں) ان کی پیدائش کے متعلق گھڑ لئے گئے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کا لمبا چوڑا ذکر انجیلوں میں ملتا ہے۔ پھر سفر پر جانے کا واقعہ، پھر ہیکل میں بچپن ہی میں علماء سے بحث کا واقعہ، اور پھر یکلخت ہی ۳۰ برس کی عمر میں آپ کا پہلے حضرت یحییٰؑ کی بیعت کا، اور اس کے بعد ان کے اپنے مشن کی تبلیغ کا ذکر، وبس۔ گویا واقعات کے لحاظ سے قابلِ ذکر صرف چار یا پانچ باتیں ہیں، جن میں ان کے صلیب دیئے جانے کا واقعہ بھی شامل ہے۔ ہاں انکے معجزات کا ذکر اکثر جگہ آتا ہے، ... یہی حال حضرت بدھ کی لائف کا ہے، ان کی پیدائش کے متعلق بھی بہت سی بے سرو پا حکایات ہیں۔ اس کے بعد پردہ گرجاتا ہے، پھر پردہ اٹھتا ہے، تو ان کی شادی اور لڑکے کی پیدائش کا ذکر ہے، اس کے بعد پھر کوئی ذکر نہیں، یہاں تک کہ آپ کی عمر ۲۹ سال کی ہوجاتی ہے، تو آپ کسی خواب کی بناء پر گھر بار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اس کے بعد آپ کے تپسیا، زُہد اور چلّہ کشی کا ذکر ہے، بعد ازاں ان کی بعثت کا ذکر آجاتا ہے، اس بعثت کے بعد کا بھی ایک لمبا زمانہ ہے، مگر اس میں سوائے اس کے کہ آپ فلاں علاقہ میں گئے، اور آپ نے اپنے اصولوں کی تبلیغ کی، اور کوئی ذکر نہیں، کہیں کہیں استثنائی طور پر بحث مباحثہ کا ذکر آجاتا ہے، یا اپنے رشتہ داروں کی ملاقات وغیرہ کا ذکر، اور کہیں آپ کے مریدوں کے اختلاف کا بیان ہے، لیکن روزمرہ کی زندگی کے حالات، مجلسی، شہری، قومی، ازدواجی یا معاشرتی تعلقات کا کوئی ذکر نہیں، ہاں معجزات اور افسانہ نگاری بہت ہے، اور وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی محبت کی کپاس اور صبر کا سُوت کات کر اس میں راستگوئی کا بَل دو، اور پرہیزگاری کی گرہ دو، یہ حقیقی زنّار ہے۔

تعلیم | مورخین نے لکھا ہے، کہ باباصاحبؒ کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے پنڈت کے پاس بھیجا گیا، مگر وہ آپ کو پڑھا نہ سکا۔ پھر مولوی کے پاس بھیجا گیا، اور وہ بھی پڑھا نہ سکا، لیکن گیانی گیان سنگھ نے مسٹر کننگھم کی تاریخ کا حوالہ دیکر لکھا ہے، کہ اس نے اسلامی تاریخوں کے حوالے سے بتایا ہے، کہ میر سید حسین نے جو نکانہ کے علاقہ میں ولی کراماتی، صلح کل اور بے لاگ پیر مانا ہُوا تھا، اور کالوجی کے گھر کے پاس اس کی جائے رہائش تھی، اپنا سارا علم دینی و دنیاوی باباصاحب کو پڑھایا، اور بڑے بڑے بھید راہِ حق کے بتائے (تواریخ گورو خالصہ صہ ۸۹)

سچّا سودا | آپ چھوٹی عمر ہی میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے، اکثر جنگل میں چلے جاتے، اور زیادہ وقت خدا کی بھگتی میں گوشہ نشینی میں گذارتے، جو کچھ گھر سے ملتا، اسے اپنے ہمجولیوں اور غریبوں میں تقسیم کر دیتے، پندرہ برس کی عمر میں آپ کو ایک دفعہ آپ کے والد صاحب نے پچاس روپے دیکر کہا، کہ بیٹا! اس روپیہ کو نفع بخش تجارت میں لگا دو۔ اور آپ کے ہمراہ بھائی بالاجی کو کر دیا۔ باباصاحب یہ روپیہ لیکر قصبہ چوہڑ کانہ کے قریب پہونچے، تو ایک فقیروں کا گروہ یادِ الہٰی میں مصروف پایا۔ آپ نے اس روپیہ کی جنس منگا کر ان بھوکے فقیروں کو کھانا کھلا دیا۔ اور کہا، کہ اس سے بڑھکر اور کونسا سچّا سودا ہو سکتا ہے۔

عشقِ الٰہی | آپ کی فقیری طرز کو دیکھکر لوگوں نے آپ کے والد کو کہا، کہ تیرا بیٹا دیوانہ ہو گیا ہے اس نے آپ کے علاج کے لئے ایک طبیب کو بُلایا، باباصاحب نے اسے مخاطب کرکے فرمایا:۔

وَیْد بلایا وَیْد گی پکڑ ڈھنڈولے بانہہ
بھولا وَیْد نہ جانیئے کرگ کلیجہ مانہہ

یعنی طبیب کو علاج کے لئے بلایا گیا ہے، جس نے دیکھکر نبض ٹٹولی، مگر سادہ لوح طبیب کو کیا خبر ہے، کہ کلیجہ میں عشقِ حقیقی کا درد ہے۔

ملازمت | مہتہ کالوجی نے یہ سوچکر کہ میرا بیٹا جو کام کرتا ہے، وہ دنیاوی نقطۂ نگاہ سے نرالا ہوتا ہے، باباصاحب کو آپ کے بہنوئی جے رام کے پاس سلطان پور (ریاست کپورتھلہ) میں بھیجدیا، تا وہ کسی کاروبار میں لگ جائیں۔ وہاں آپ کو جے رام نے سُلطان پور کے نوّاب دولت خاں کے مودی خانہ میں ملازم کرا دیا، اور آپ نے اپنے فرائض نہایت دیانتداری سے ادا کئے۔

شادیاں اور اولاد | ۱۸ برس کی عمر میں آپ کی پہلی شادی ماتا سُلکھنی سے ہوئی۔ ماتا سُلکھنی کا باپ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولچند کھتری بٹالہ کا رہنے والا تھا، بابا صاحب کی برات سلطان پور سے بٹالہ آئی۔ آپ نے دوسری شادی اپنی آخری عمر میں ایک پٹھان حیات خاں کی لڑکی سے کی۔ پہلی بیوی کے بطن سے دو فرزند ہوئے بڑے کا نام سری چند اور چھوٹے کا نام لکھمی چند تھا۔ سری چند نے شادی نہ کی تھی، لکھمی چند کی اولاد بادے بیدے کہلاتے ہیں، جو ڈیرہ بابا نانک وغیرہ میں آباد ہیں۔ دوسری بیوی سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اس سے کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔

سفر پر روانگی

سلطان پور کے مودی خانہ میں آپ نے اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت سے نہایت اعلیٰ انتظام کیا، جس سے نواب دولت خاں بہت خوش ہوئے، یہاں آپ دس سال سے زیادہ عرصہ رہے۔ جب آپ نے اپنی سفری زندگی شروع کرنے کے ارادہ سے ملازمت ترک کرنی چاہی، تو نواب صاحب نے بہت کوشش کی، کہ کسی طرح آپ نہ جائیں، مگر چونکہ آپ کے دل میں توحید الٰہی پھیلانے کا بہت جوش تھا، اس لئے آپ نے ملازمت ترک کر دی، اور سفر پر روانہ ہو گئے،

اخوت انسانی کی تعلیم

آپ کی نگاہ میں ہندو اور مسلمان، اونچ اور نیچ، امیر اور غریب کا کوئی فرق نہ تھا، آپ نے اپنے مشن کو پھیلانے کے لئے جو سفر دور دراز ممالک کے کئے، ان میں آپ نے اپنے ساتھ ایک ہندو بالا نامی اور دوسرا مسلمان مردانہ رکھا، اور ان کو بھائی کا خطاب دیا، اسی طرح شودروں میں سے جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی، ان کو بھی یہی خطاب دیا، یہ اس بات کا سبق تھا، کہ دنیا میں سب انسان بھائی بھائی ہیں، اور ایک ہی برادری کے مختلف اجزاء ہیں۔

جرأت و غریب نوازی

سلطان پور سے روانہ ہو کر پھرتے پھراتے آپ سید پور میں، جس کا نام اب امین آباد (ضلع گوجرانوالہ) ہے پہونچے۔ وہاں آپ لالو ترکھان کے ہاں مہمان ٹھہرے، جسے اونچی ذاتوں کے لوگ شودر سمجھتے تھے۔ امین آباد کے رئیس اعظم ملک بھاگو نے برہم بھوج کیا۔ جس میں بہت سے برہمن فقیر اور سادھو مدعو تھے۔ بابا صاحب کی آمد کی خبر سنکر ملک بھاگو نے آپکو بھی دعوت دی، لیکن آپ نے اس وجہ سے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا، کہ اس کی کمائی ظلم کی تھی، اور یہ بات آپنے اسکے منہ پر اسے کہدی۔ اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے، کہ آپکو سچ بات کہنے میں کوئی باک نہ تھا، وہاں آپکی غریب نوازی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ ہے، کہ جب آپ سلطان پور میں ملازم تھے، تو ایک روز آپ نواب دولت خاں کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے گئے، لیکن نصف نماز پڑھکر آپ نیت توڑ کر علیحدہ کھڑے ہو گئے، نواب صاحب نے نماز کے بعد وجہ دریافت کی، تو آپ نے کہا، کہ قاضی صاحب کا دل تو کابل میں گھوڑے خریدنے کی فکر میں تھا، میں نماز کس کے پیچھے پڑھتا۔ بابا صاحب کو کشفاً قاضی صاحب کی حالت دکھائی گئی ہوگی، اور آپ نے اس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اظہار بغیر کسی قسم کے خوف اور ڈر کے کر دیا۔ وہ نواب صاحب کے ملازم تھے، اور قاضی صاحب کا دربار میں بہت لحاظ اور عزت تھی، مگر آپ نے نڈر ہو کر جرأت سے اصل بات جو اُن پر ظاہر کی گئی تھی، کہہ دی۔ یہ معمولی کیریکٹر کے آدمی کا کام نہیں ہے، کہ صاف گوئی اور حقیقت کے اظہار میں بڑے سے بڑے آدمی کی پرواہ نہ کرے۔

اسی طرح لکھا ہے، کہ جب بابر بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی، اور بادشاہ نے خوش ہو کر کہا، کہ مانگو کیا مانگتے ہو، تو باوا صاحب نے فرمایا ؎

کہے نانک سُن بابر میر تجھ سے مانگے سو احمق فقیر

یعنے اے بابر نانک کہتا ہے، کہ تجھ سے کوئی بیوقوف فقیر ہی مانگ سکتا ہے۔ اس واقعہ سے آپ کی سیر چشمی اور بہادری دونوں کا پتہ چلتا ہے، نیز یہ کہ آپ پکّے موحّد اور صرف خدا کی ذات پر توکّل اور بھروسہ رکھنے والے تھے، اور اسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کُشا سمجھتے تھے۔ انسان خواہ کتنا ہی بڑا ہو، آپ کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

صاف بیانی اور حق گوئی آپکی صاف بیانی اور حق گوئی کا ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہے، کہ آپ ہردوار تشریف لے گئے، تو ہندو پانڈوں کو دیکھا، کہ وہ دریا کا پانی سورج کی طرف پھینک رہے ہیں، آپ نے دریا کی مخالف سمت کی طرف مُنہ کر کے پانی پھینکنا شروع کر دیا۔ پانڈے حیران ہو کر پوچھنے لگے۔ یہ کیا کرتے ہو؟ آپنے سنجیدگی سے جواب دیا، کہ کرتار پور میں میری کھیتی خشک ہو رہی ہے، اسے پانی دے رہا ہوں، انہوں نے ہنس کر کہا، کہ یہ پانی کرتار پور کیونکر پہونچ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر میرا پانی کرتار پور نہیں پہونچ سکتا، تو تمہارا پانی سورج تک جو کروڑوں میل فاصلہ پر ہے، کس طرح پہونچ سکتا ہے؟ اس پر سب پانڈے لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ توحید الٰہی کی تبلیغ نہایت حکمت اور دانائی سے کرتے تھے۔ اور کوئی موقعہ تبلیغ کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے، اور ہر وقت آپکو نہایت معقول بات سوجھتی تھی۔

توحید الٰہی آپ کے کلام کا اکثر حصّہ سکھ صاحبان کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں درج ہے، آپ کی تعلیم کا خلاصہ توحید باری تعالیٰ ہے۔ آپ کے اقوال کو پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ آپ خدا کی وحدانیت کے عاشق تھے۔ نہایت میٹھے انداز میں اس مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے ؎

"صاحب میرا ایکو ہے۔ ایکو ہے بھائی ایکو ہے"

نیز فرماتے ہیں:۔ "اُس باہجو کو نہیں کس آگے کرے پُکار"۔ یعنی سوائے خدا کے دوسرا کوئی معبود نہیں، پھر دوسری کس ہستی کے آگے تو واویلا کرتا ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"ایکو کرتار اور نہ کوئی۔ ایکو سیو اور نہ کوئی"

یعنی خالقِ کُل ایک ہی ہے، صرف اسی کی عبادت کرو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حج و زیارت روضۂ نبویؐ آپ نے دُور دراز ملکوں کی ایسے زمانہ میں سیر کی، جبکہ سفر کے ذرائع نہایت محدود تھے، حقیقت یہ ہے، کہ ایسے زمانہ میں سفر کرنا آپ کی اولوالعزمی کا ثبوت ہے۔ ان سفروں میں آپ نے بیت اللہ کا حج بھی کیا، اور پھر مدینہ منورہ میں جا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کی، جس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ آنحضورؐ کی ذات سے آپ کو کس قدر اخلاص تھا۔

مسلمان صوفیاء سے عقیدت آپ کو مسلمان صوفیوں سے بھی بہت محبت اور عقیدت تھی، چنانچہ آپ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کیلئے بغداد، ملتان، پاکپٹن، اجمیر شریف وغیرہ تشریف لے گئے، اور وہاں چلّہ کشی اور وظیفے کئے، جنم ساکھی میں لکھا ہے، کہ آپ نے حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک لمبا سفر کیا، خاتمہ پر جب حضرت شیخ صاحب جُدا ہونے لگے، تو باباصاحب نے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا ؎

"آؤ بھنو انگ ملو میری سنگ ہیلڑیاں"۔ یعنی آؤ ہم بغلگیر ہو کر ملیں، ہماری محبت تو بہت پرانی ہے۔

یادگاریں باباصاحبؒ کی دو یادگاریں قابلِ ذکر ہیں، ایک چولہ صاحب جس پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں، اور آپ کی اولاد بیدی صاحبان کے پاس ڈیرہ بابانانک میں ابتک موجود ہے، اور آپ کی دوسری یادگار قرآن مجید کا نسخہ ہے، جسے آپ ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے، یہ قرآن مجید ابتک گوروہر سہائے ضلع فیروزپور کے گوردوارہ میں محفوظ ہے۔ یہ اور اسی قسم کی بعض دوسری وجوہ کی بناء پر آپ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے آپکی نعشِ مبارک کو دفن کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ خدا کے نیک بندے حضرت بابانانک پر رحمت ہو ؂

سٹار ہوزری اور خلافت جوبلی

جنگ کی وجہ سے سُوت اور رنگ وغیرہ خام اشیاء کی گرانی کے باوجود سٹار ہوزری نے اپنی جرابوں کی قیمتوں میں خلافت جوبلی کی تقریب کی خوشی میں کوئی اضافہ نہیں کیا، اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں، اور سٹار ہوزری کی جرابیں خریدیں۔ اس سے اپنی قومی صنعت کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی، ہم خرما و ہم ثواب۔

مینیجر دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹڈ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۵۴۸۳ :- مَیں غلام مصطفےٰ ولد چوہدری شاہدین صاحب مرحوم قوم جٹ چٹھہ پیشہ زمینداری عمر ۴۲ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۴۳/۴۰.R ڈاکخانہ ہارون آباد ضلع بہاول نگر صوبہ ریاست بہاولپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:- (۱) میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں (۲) لیکن میرا گذارہ کاشتکاری پر ہے جس سے مجھے فصل ربیعہ اور خریف پر آمدنی ہوتی ہے۔ (۳) میری سالانہ آمدنی کا اندازہ فی الحال مبلغ -/۱۶۰ روپے ہے۔ مَیں اپنی اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ فصل ربیعہ اور خریف پر انشاء اللہ العزیز باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۴) اور مَیں یہ بھی وصیت کرتا ہُوں، کہ میری وفات پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک، صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۵) لہٰذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھدی ہے کہ سند رہے۔ فقط مورخہ ۲۱/۱۰/۳۹ - العبد:- غلام مصطفےٰ احمدی بقلم خود قوم چٹھہ ساکن چک ۴۳/۴۰.R ڈاکخانہ ہارون آباد ریاست بہاولپور۔ گواہ شد:- چوہدری لعل الدین نمبردار و موصی ساکن چک ۱۶۶/مراد ریاست بہاولپور۔ گواہ شد:- فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان دارالامان ۲۱/۱۰/۳۹

نمبر ۵۴۸۴ :- مَیں رحمت اللہ ولد چوہدری شاہدین صاحب مرحوم قوم جٹ چٹھہ پیشہ کاشتکاری عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۴۳/۴۰.R ڈاکخانہ ہارون آباد ضلع بہاول نگر ریاست بہاولپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہُوں:- (۱) میری جائداد اس وقت کوئی نہیں، (۲) لیکن میرا گذارہ کاشتکاری پر ہے، جس سے مجھے فصل ربیعہ اور خریف پر آمدنی ہوتی ہے۔ (۳) میری سالانہ آمدنی کا اندازہ فی الحال مبلغ -/۱۶۰ روپے ہے، میں اپنی اس آمد کا ۱/۹ حصہ فصل ربیعہ اور خریف پر انشاء اللہ العزیز باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا (۴) اور مَیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں، کہ میری وفات پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہو، اس کے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۵) لہٰذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ لکھدی ہے، کہ سند رہے۔ فقط مورخہ ۲۱/۱۰/۳۹ - العبد:- رحمت اللہ احمدی قوم جٹ چٹھہ ساکن چک ۴۳/۴۰.R ریاست بہاولپور ڈاکخانہ ہارون آباد۔ گواہ شد:- چوہدری لعل دین نمبردار موصی ساکن چک ۱۶۶/مراد ریاست بہاولپور۔ گواہ شد:- فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان دارالامان ۲۱/۱۰/۳۹

نمبر ۵۴۸۵ :- مَیں احمد الدین ولد چوہدری شاہدین صاحب مرحوم قوم جٹ چٹھہ پیشہ کاشتکاری عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۴۳/۴۰.R ڈاکخانہ ہارون آباد ضلع بہاول نگر ریاست بہاولپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہُوں:- (۱) میری جائداد اسوقت کوئی نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) لیکن میرا گذارہ کاشتکاری پر ہے، جس سے مجھے فصل ربیع اور خریف پر آمدنی ہوتی ہے۔ (۳) میری سالانہ آمدنی کا اندازہ فی الحال مبلغ -/۱۶۰ روپے ہے میں اپنی اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ فصل ربیع اور خریف پر انشاء اللہ العزیز باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا (۴) اور میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں، کہ میری وفات پر جسقدر میری جائداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۵) لہذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھدی ہے کہ سند رہے فقط مورخہ ۲۱/۱۰/۳۹ - العبد:- احمد الدین احمدی قوم جٹ چیھڑ ساکن چک ۴/۳۲۷ ۲۰۸ ڈاکخانہ ہارون آباد۔ ریاست بہاولپور۔ گواہ شد:- چوہدری لب دین نمبردار و موصی ساکن چک ۱۷۶ مراد ریاست بہاولپور۔ گواہ شد:- فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان دارالامان ۲۱/۱۰/۳۹ ۞

نمبر ۵۴۸۸:- میں محمد محبوب ولد محمد حسین صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت سرکار عمرہ ۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۲ء ساکن تعلقہ دیودرگ ڈاکخانہ دیودرگ ضلع رائچور صوبہ گلبرگہ شریف بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ جولائی ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:- اسوقت میری جائیداد متروکہ منقولہ و غیر منقولہ حسب فیصلہ ثالثی مولوی سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن (مبلغ ۱۶۰۰۰ روپے) سولہ ہزار قرار دی گئی ہے۔ جو میری برادری میں زیر تصفیہ ہے، اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری گذران میری ماہوار آمد پر ہے جو بسلسلہ ملازمت بصورت تنخواہ ملتی ہے۔ میری تنخواہ اسوقت (۵۳) ترپن روپیہ سکہ عثمانیہ ہے۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جو ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ جائداد مذکورالصدر کے علاوہ اور کوئی جائداد میرے حق میں ثابت ہو، تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ اگر میں کوئی اور جائداد پیدا کروں۔ یا بوقت وفات ثابت ہو، تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔ العبد:- محمد محبوب مدرس، گواہ شد۔ محمد عبدالرحمن منڈی دیودرگ۔ گواہ شد:- محمد عبدالکریم سوداگر چرم دیودرگ۔

نمبر ۵۴۹۰:- میں محمد صدیق مولوی فاضل ولد چوہدری عبدالرزاق صاحب قوم راجپوت بھٹی پیشہ وقف زندگی عمر قریباً ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن دارالمجاہدین قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸ نومبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اس وقت میری کوئی جائداد نہیں۔ میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار ہے جو کہ مجھے دفتر تحریک جدید سے بطور الاؤنس ملتے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۸ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہونگا اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں، کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی، اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں، تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ فقط ۱۸ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۶ شوال ۱۳۵۸ھ

العبد:- خاکسار محمد صدیق مولوی فاضل واقف زندگی تحریک جدید۔ گواہ شد۔ مرزا محمد یعقوب ۱۸/۱۱/۳۹ - گواہ شد:- عبدالرحمن انور ۱۸/۱۱/۳۹ ۞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنرل سروس کمپنی آپکی کیا خدمت کرسکتی ہے؟

۱- مکان بنوانے والے احباب کے لئے ماہر اوورسیر کی زیر نگرانی مطابق نقشہ اور طیار کردہ اسٹیمیٹ کے اندر معمولی کمیشن پر (نگرانی، حسابات کی نگہداشت اور روپیہ کی ادائیگی شامل ہے) کم سے کم عرصہ میں عمارت تعمیر کراتی ہے۔

۲- جائیداد کی خرید و فروخت کا انتظام کرتی ہے۔

۳- قادیان میں جائیداد رکھنے والے دوستوں کی جائیداد و مکانات کی حفاظت اور اس کے کرایہ کی وصولی کا انتظام کرتی ہے۔

۴- ہر قسم کی بجلی کی فٹنگ اور اس کے سامان کی فروخت کرتی ہے۔

۵- عمارتی سامان لوہا اور سیمنٹ بٹالہ اور امرتسر کے نرخ پر قادیان میں مہیا کرتی ہے۔

مینیجر جنرل سروس کمپنی قادیان

بچوں کی تربیت

مصنفہ ایم۔ایس۔اسلم

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔ جو فن تربیت کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔ اس میں تربیت کے دلچسپ عملی طریقے نہایت عمدہ پیرائے میں درج ہیں۔ ملک کے ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ اور اپنی قیمتی آراء کا اظہار کرکے مصنف کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ اور جلدی ہی دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔ لکھائی چھپائی قابل دید ہے۔ قیمت صرف ۸؍

ملنے کا پتہ

قاسمیہ کتابت ہوس ریلوے روڈ۔ جالندھر

جلسہ سالانہ پر ملنے کا پتہ:۔ احمدیہ چوک۔ قادیان۔ پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شہنشاہ طب حکیم الامت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی بیاض خاص کا تحفہ

مجرّباتِ نورالدّین اعظمؓ

میاں عبدالوہاب صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا عطیہ

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ لکھتے ہیں۔ "بھیرہ میں میں نے ایک طبیب سے مشورہ کیا، کہ میں یہاں طب کرنا چاہتا ہوں، تو اس نے کہا تم یہاں کامیاب نہیں ہو سکتے، تم مانگو گے نہیں، یہاں عطّار اور جرّاح مخالفت کرینگے، علماء کی مخالفت اس کے علاوہ ہے، میں نے توکل علی اللہ اپنے ایک طالب علم سے کہا، کہ یہ سُرمہ بناؤ۔

میں نے ایک شخص کی آنکھ دیکھکر یہ سرمہ لگا دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی ایک اور شخص نے اور سرمہ ہی طلب کیا ہمارے شہر میں آنکھوں کی امراض بکثرت تھیں، خدا تعالیٰ ہی کے عجائبات ہیں، کہ اس تدبیر نے بڑی کامیابی کا منہ دکھایا"

یہ سرمہ "نورِ نظر" جملہ امراضِ چشم میں کافی سے زیادہ سراہا جا چکا ہے، ککروں کو زائل کرتا ہے یا ککروں کیوجہ سے آنکھوں میں آشوبِ چشم یا زخم ہو گئے ہوں، اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو، خارش اور کھجلی کے واسطے اکسیر ہے۔ آنکھوں کو ہلکا اور صاف کرتا ہے، اس کا دائمی استعمال آنکھوں کو امراض و آفات سے محفوظ رکھتا ہے، سب سے بڑی خوبی یہ ہے، کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے اپنے نادر اور قیمتی کھرل میں ہفتوں کی محنت سے تیار کیا گیا ہے، قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ۔

آنکھ کو معدہ سے خاص تعلق ہے اسلئے معدہ کی صحت سے آنکھیں تندرست رہتی ہیں۔ اس لئے اگر معدہ میں نقص ہو، تو اس سرمہ کے ساتھ **اکسیر معدہ** استعمال کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے مطب میں یہ دوا سیروں استعمال ہوتی تھی، خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزارہا لوگوں نے اس سے صحت حاصل کی ہے، کھانے کے بعد بے چینی، متلی، قبض یا دست، پیٹ میں نفخ یا درد، منہ کا مزہ کسیلا یا بدمزہ، غرض جملہ امراض امعاء و معدہ میں نہایت ہی اکسیر دوائی ہے۔ قیمت ۲۳ کیجپٹ دو روپے۔ ملنے کا پتہ :-

مینجر دواخانہ نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ دفتر قاعدہ یسرنا القرآن۔ قادیان۔ دارالامان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی تازہ تصنیف

کتاب سیرۃ المہدی حصہ سوم جس کی مدت سے انتظار تھی مکمل ہو کر شائع ہو چکی ہے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کی روشنی میں نہایت اعلیٰ اور پیچیدہ مسائل کو اس کتاب میں بہت عمدگی اور خوبی کے ساتھ حل کیا گیا ہے۔ ہر ایک احمدی کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور نشانات اور عملی نمونہ سے ایمان پختہ اور تازہ ہو۔ اس لئے ہر ایک عاشق مسیح موعود کو نہ صرف خود یہ کتاب پڑھنی چاہیئے بلکہ غیروں کو بھی پڑھانی چاہیئے

باوجود کاغذ کی گرانی کے قیمت فی الحال بہت کم رکھی گئی ہے۔ یعنی فی نسخہ مجلد کی قیمت ایک روپیہ ؛

(نوٹ) جلسہ سالانہ پر تشریف لانیوالے احباب بکڈپو و دیگر کتب فروشوں سے خرید کر ڈاک کے زائد خرچ سے بچ سکتے ہیں ؛

المشـــــــــــتہر

محمد اسماعیل سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان